عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۸ | ۱۸ تا ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ دسمبر ۲۰۱۹ء | شمارہ: ۴۷

کرپشن، خیانت اور بددیانتی

پس پردہ حقائق

انسانی دنیا پر قرآن کریم کے احسانات

حرام اور مشتبہ سے بچیں

قادیانیوں سے ترکِ موالات کی شرعی حیثیت

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

بدعت کی پہچان

س:……کوئی مسلمان فوت ہوجائے تو تدفین کے بعد تیجہ، ساتواں، نواں، چالیسواں یا برسی پر، قل خوانی، قرآن خوانی کے لئے لوگوں کو جمع کرنا، اعلانات کے ذریعے سب کو دعوت دینا اور بیان کرنا، ان سب کی شرعی حیثیت کیا ہے اور ان اجتماعات میں بیان کرنے کے لئے کیا شرعی حکم ہے؟

ج:……صورت مسؤلہ میں تیجہ، ساتواں، نواں، چالیسواں یا کسی کے نام کی قل خوانی یا قرآن خوانی کا مروجہ طریقہ اسی طرح جمعرات کے دن کو مخصوص کرکے نیاز دینا وغیرہ یہ سب رسمیں ہیں، شرعاً اس بارے میں کسی چیز کی تخصیص نہیں کی گئی اور نہ ہی اس مذکورہ بالا طریقہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ مروجہ طریقہ لوگوں نے محض اپنی طرف سے شریعت اور ثواب کے نام پر ایجاد کیا ہے۔ اس لئے یہ بدعت ہے، کیونکہ اس میں سے کوئی فعل بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کی ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نہ ہوئی ہو یا پھر صحابہ کرامؓ کے دور میں اور ان کے بعد تابعین و تبع تابعین کے دور میں محسوس نہ ہوئی ہو۔ مگر اس مبارک دور میں ان چیزوں کا بالکل بھی وجود نہیں پایا جاتا۔ جس سے ثابت ہوا کہ یہ چیز شریعت سے ثابت نہیں، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں بڑے اہتمام کے ساتھ تعلیم فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس پر عمل کرکے ہمارے لئے نمونہ بن جاتے۔ لہٰذا جو چیز شریعت سے ثابت نہ ہو اور دین وشریعت میں خود سے شامل کی گئی ہو وہ بدعت ہے اور بدعت کی حوصلہ شکنی کرنے کا حکم ہے نہ کہ حوصلہ افزائی کا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے:

’’جس نے کسی بدعت والے کی تعظیم کی تو گویا اس نے بھی اسلام کو گرادینے میں معاونت کی۔‘‘ اس لئے بدعت میں شریک ہونا یا دوسروں کو دعوت دینا بیان و اعلانات کرنا درست نہیں ہے ان تمام امور سے پرہیز کرنا لازم ہے۔

ادارے کی طرف سے علاج معالجہ کی سہولت

س:……میں ایک ادارہ میں ملازم ہوں، ہمارا ادارہ اپنے ملازمین کو علاج معالجہ کی مفت سہولت دیتا ہے، گویا ہر ملازم اپنا اور اپنی بیوی بچوں کا علاج ادارہ کے مخصوص ہسپتالوں سے مفت کرواسکتا ہے۔ ہمارے ادارے نے ایک انشورنس کمپنی سے معاہدہ کیا ہے، جس کی بنا پر وہ کمپنی ہمارے علاج کی ذمہ دار ہے، یادرہے کہ ہمارا ادارہ جو اس انشورنس کمپنی کو ادائیگی کرتا ہے وہ ہماری تنخواہ سے منہا نہیں کی جاتی۔ کیا اس صورت میں ہم خود اور اپنی بیوی بچوں کا علاج اس انشورنس کمپنی سے کرواسکتے ہیں؟

ج:…… اگر آپ کے ادارہ نے انشورنس کمپنی سے از خود معاملہ کیا ہے اور انشورنس کی رقم وہ از خود بھرتا ہے تو آپ کو اس کمپنی سے علاج کرانے کی سہولت سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے، اس میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کا ادارہ آپ کی طرف سے جو رقم ادا کررہا ہے وہ آپ کی ملکیت نہیں ہے وہ ادارہ کی ملکیت ہے۔ ادارہ اس میں جو تصرف کرنا چاہے کرسکتا ہے، اس لئے انشورنس سے علاج کا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۳۸ ۱۸ تا ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ دسمبر ۲۰۱۹ء شمارہ: ۴۷

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

کیا حقیقت حال کا اظہار مذہبی سیاست گری ہے؟	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
انسانی دنیا پر قرآن کریم کے احسانات	۷	مفتی محمد عبداللہ قاسمی مدظلہ
حرام اور مشتبہ سے اپنے آپ کو بچائیں	۱۰	مولانا غلام مصطفیٰ رفیق
کرپشن، خیانت اور لادینیت... پس پردہ حقائق	۱۵	مولانا محمد زکریا نعمانی
مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ...	۱۷	مولانا محمد زین العابدین
قادیانیوں سے ترک موالات کی شرعی حیثیت	۱۹	مولانا محمد خبیب
نزول عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی عقیدہ! (۲۳)	۲۲	بیان: مولانا محمد علی جالندھریؒ
قادیانی مسئلہ اور مسلمانوں کی ذمہ داری	۲۵	مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ

جنت اور دوزخ کا بیان

حدیث قدسی ۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دوزخ اور جنت نے آپس میں جھگڑا کیا، جہنم نے کہا: میں متکبرین اور سرکش لوگوں کے لئے مقرر کی گئی ہوں اور جنت نے کہا: مجھ کو کیا ہوا کہ مجھ میں سوائے ضعیف لوگوں اور نظروں سے گرے ہوئے اشخاص اور بھولے بھالے لوگوں کے اور کوئی داخل نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تو میری رحمت کی جگہ ہے، تیرے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا اس پر رحم کروں گا اور جہنم سے فرمایا: تو میرے عذاب کی جگہ ہے، تیرے واسطے سے جس پر چاہوں گا عذاب کروں گا اور تم دونوں کے لئے بھرنا اور پُر ہونا ہے۔ پس دوزخ پُر نہیں ہوگی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا پاؤں رکھ دے گا، اس وقت دوزخ کہے گی: بس، بس، بس۔ اس وقت دوزخ بھر جائے گی اور اس کے بعض اجزاء اپنے اجزاء کی طرف سمٹ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور اسی طور جنت بھی خالی رہے گی، لیکن اللہ تعالیٰ اس کے لئے نئی مخلوق پیدا کرے گا اور نئی مخلوق سے اس کو بھر دے گا۔ (بخاری، مسلم) پاؤں رکھنے سے مطلب ہے اس کو دبا دیا جائے گا تاکہ سکڑ جائے اور سمٹ کر چھوٹی ہو جائے، لیکن جنت کو سمیٹا نہیں جائے گا بلکہ نئی مخلوق سے اس کو بھرا جائے گا۔

حدیث قدسی ۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو جبرئیل کو حکم دیا گیا کہ تم جاکر جنت کو دیکھو! پس حضرت جبرئیل گئے اور جنت کو دیکھا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کے لئے تیار کیا ہے اس سب کو دیکھا پھر آئے اور عرض کیا: اے رب! تیری عزت کی قسم! جو شخص جنت کا ذکر سنے گا اور اس کی خوبیوں کو معلوم کرے گا وہ اس میں ضرور داخل ہوگا یعنی داخل ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم دامت برکاتہم

صلوٰۃ التسبیح

س:...... تیسرا کلمہ کسے کہتے ہیں؟ اور صلوٰۃ التسبیح میں اسے کتنا پڑھا جانا کافی ہے؟

ج:...... تیسرا کلمہ (کلمۂ تمجید) کو کہتے ہیں، اور اس کے مکمل الفاظ یہ ہیں:

"سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔"

افضل تو یہی ہے کہ اس مکمل کلمے کو ہر مرتبہ صلوٰۃ التسبیح میں بھی پورا ہی پڑھا جائے، لیکن واللہ اکبر تک پڑھنا بھی کافی رہے گا۔

س:...... صلوٰۃ التسبیح کی ہر رکعت میں تیسرے کلمے کی پچھتر مرتبہ کی ترتیب کیا ہے؟

ج:...... صلوٰۃ التسبیح کی ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ تیسرے کلمے کی مقدار اور ترتیب حسب ذیل ہے:

(۱) نماز شروع کرکے مکمل ثنا پڑھنے کے بعد تیسرا کلمہ پندرہ مرتبہ پڑھا جائے۔

(۲) مکمل اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سورۂ فاتحہ، کوئی چھوٹی سورۃ یا تین آیتیں پڑھنے کے بعد تیسرا کلمہ دس مرتبہ پڑھا جائے۔

(۳) رکوع میں، رکوع میں پڑھی جانے والی تسبیح "سبحان ربی العظیم" تین مرتبہ پڑھنے کے بعد تیسرا کلمہ دس مرتبہ پڑھا جائے۔

(۴) رکوع کے بعد سیدھے کھڑے رہنے کی حالت میں "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" اور "ربنا لک الحمد" پڑھنے کے بعد تیسرا کلمہ دس مرتبہ پڑھا جائے۔

(۵) پہلے سجدے میں، سجدے میں پڑھی جانے والی تسبیح "سبحان ربی الاعلیٰ" تین مرتبہ پڑھنے کے بعد تیسرا کلمہ دس مرتبہ پڑھا جائے۔

(۶) پہلے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی حالت میں تیسرا کلمہ دس مرتبہ پڑھا جائے۔

(۷) دوسرے سجدے میں، سجدے میں پڑھی جانے والی تسبیح "سبحان ربی الاعلیٰ" تین مرتبہ پڑھنے کے بعد تیسرا کلمہ دس مرتبہ پڑھا جائے۔

(جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

کیا حقیقت حال کا اظہار مذہبی سیاست گری ہے؟

جناب اوریا مقبول جان کی خدمت میں!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

ہمارے ملک کے معروف صحافی اور سینئر تجزیہ نگار جناب اوریا مقبول جان صاحب نے ۶ نومبر ۲۰۱۹ء کو روزنامہ ۹۲ نیوز میں ایک کالم ’’کرتارپور راہداری اور مذہبی سیاست گری‘‘ کے عنوان سے لکھا، جس کے پڑھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ موصوف کا یہ پورا کالم صرف مذہبی طبقے کو گالیاں دینے اور جناب عمران خان نیازی کی صفائی دینے پر موقف ہے، اس کے علاوہ اس کا کوئی مقصد نہیں۔

موصوف لکھتے ہیں: ’’جب سے کرتارپورہ راہداری کھول کر سکھوں کے مقدس ترین مقام کو راستہ دینے کا اعلان ہوا ہے، ہمارے مذہبی، مسلکی، جمہوری اور سیاسی راہنماؤں نے اسے درپردہ قادیانیوں کو سہولت دینے کی سازش قرار دیا ہے۔ پھر انہوں نے لکھا کہ: کرتارپورہ لاہور سے ۱۴۵ کلومیٹر ہے، ربوہ سے لاہور ۱۷۰ کلومیٹر اور لاہور سے قادیان براستہ امرتسر ۱۰۲ کلومیٹر، یہ کل آٹھ گھنٹوں کا سفر ہے۔ اب قادیانیوں اور حکومت کی ملی بھگت سے قادیانی پہلے ربوہ سے ۱۷۰ کلومیٹر سفر کر کے لاہور، پھر یہ بے وقوف ۱۰۲ کلومیٹر صاف ستھری سڑک کا راستہ چھوڑ کر ۱۴۵ کلومیٹر صاف شفاف روڈ چھوڑ کر ۱۴۵ کلومیٹر ٹوٹی پھوٹی روڈ کرتارپور جائیں گے اور پھر وہاں سے ۴۴ کلومیٹر مزید فاصلہ طے کر کے ایک اور بوسیدہ سڑک پر سفر کر کے قادیان پہنچیں گے، یعنی سفر کی اذیت کے علاوہ چار گھنٹے مزید سفر بھی کریں گے، لیکن کمال ہے اس عصبیت اور منافقت کا جو عمران خان کی دشمنی میں ہمارے مذہبی طبقے کو بھی جھوٹا پروپیگنڈا کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں: ایسے میں اگر ایک سلیم الفطرت قادیانی بچہ بھی دین کی طرف مائل ہونے سے رُک گیا تو اس کا گناہ ان تمام مذہبی لوگوں پر ہوگا جو جھوٹ کو سیاست کے لیے استعمال کرتے ہیں۔‘‘

میرے محترم! کرتارپورہ راہداری کھولنے کو ہمارے مذہبی، مسلکی، جمہوری اور سیاسی راہنماؤں نے درپردہ قادیانیوں کو سہولت دینے کی سازش یوں ہی قرار نہیں دیا، اس راہداری کو کھولنے کا مطلب صرف یہاں سے گزرنا ہی نہیں، بلکہ مستقبل میں سکھ اور قادیانی گٹھ جوڑ سے ہمارے ملک پاکستان کے خلاف ایک بڑی سوچی سمجھی سازش تیار کی جارہی ہے، جس کا ذکر آج سے پچاس سال قبل مرحوم شورش کاشمیریؒ نے اپنی کتاب ’’عجمی اسرائیل اور تحریک ختم نبوت‘‘ میں کر دیا تھا۔

۲:- آپ نے جو حساب وکتاب لگایا ہے اور واہگہ بارڈر کی طرف سے راستہ کا کم ہونا، آرام دہ ہونا اور کرتارپورہ راستے کا زیادہ ہونا اور روڈ کا ٹوٹا ہوا ہونا بتایا ہے، یہ خود سوچیں کہ یہ کتنا کمزور اور بے وزن دلیل ہے۔ بات یہ ہے کہ جب قادیانیوں کو بتایا جائے گا کہ ہمارے مرزا غلام احمد قادیانی متحدہ ہندوستان کے وقت آنے جانے میں یہی راستہ اختیار کیا کرتے تھے تو آپ ہی بتلایئے مرزا غلام قادیانی کا کون پیروکار ایسا ہوگا جو سفر کی طوالت اور پرمشقت ہونے کے باوجود اپنے نبی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اس راستہ کو اختیار نہیں کرے گا؟

۳:- سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سکھ انڈیا کے ہوں یا لندن کے، کیوں بار بار قادیانیوں کے قادیان اور لندن کے مراکز میں جا جا کر ان قادیانیوں کا شکریہ ادا کر رہے ہیں؟ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے؟

۴:- قادیانیوں نے کرتارپورہ پہنچ کر اور لندن سے اپنے بیانات کے ذریعے خود کہا کہ: یہی کرتارپورہ والا راستہ ہی ہم استعمال کریں گے۔

۵:- انڈیا اور پاکستان کی حکومتوں کے درمیان اس کرتارپورہ راہداری پر جو معاہدہ ہوا، اس میں واضح یہ کیوں لکھا گیا کہ یہ راہداری صرف سکھوں کے استعمال

کے لیے نہیں، بلکہ تمام مذاہب کے لوگ اس راہداری سے آ جاسکیں گے؟ یہ وہ تمام حقائق ہیں جن کی بنا پر تمام مذہبی، مسلکی، جمہوری اور سیاسی راہنماؤں نے اسے درپردہ قادیانیوں کو سہولت دینے کی سازش قرار دیا۔

ادھر کرتارپورہ راہداری کھولنے کی ۹ نومبر ۲۰۱۹ء کی تقریب جس میں ہمارے وزیراعظم سمیت کئی وفاقی وزراء اور مقتدر اداروں کے سربراہان براجمان ہوئے، اور انہوں نے اس کچھ نکالیول کی کوئی تقریب باور کرائی، انڈیا نے اس کو اہمیت نہ دیتے ہوئے اپنا وزیراعظم تو درکنار کوئی وفاقی سطح کا وزیر بھی اس تقریب میں نہیں ۔۔۔ یہ تو حال ہے ہماری خارجہ پالیسی اور ڈپلومیسی کا۔

دوسرا یہ کہ ہم جن سکھوں کے لیے ۱۴۲ ایکڑ پر مشتمل گردوارہ کو بڑھا کر ۸۴۲ ایکڑ پر لے گئے اور دنیا کا سب سے بڑا گردوارہ بنا کر اربوں روپے ہم نے اس پر جھونک دیے، وہ سکھ پاکستان کے خلاف ہرزہ سرائی کر رہے ہیں کہ ہم پاکستان میں گھس کر مرید کے اور بہاولپور میں کارروائیاں کرائیں گے اور ہم پاکستانی لوگوں کو ان کی فوج کے خلاف کرا کر اپنا بدلہ لیں گے، حالانکہ یہ وہی سکھ ہیں کہ پاکستان بناتے وقت ہمارے آباء واجداد کو سب سے زیادہ انہوں نے قتل کیا، ہماری ماؤں بہنوں کی عصمت دری انہوں نے کی، ہم ان تمام باتوں کو بھلا کر آج دنیا کا سب سے بڑا گردوارہ بنا کر ان کو نواز رہے ہیں۔ دنیا کا مؤرخ کیا لکھے گا کہ آج کی حکومت اور مقتدر قوتیں اپنے آباء واجداد سے غداری اور ان کے خون کا سودا کر رہی تھیں یا اپنے ماضی سے نابلد اور جاہل تھیں۔

ہماری حکومت نے تو قوم کو یہ باور کرایا تھا کہ ہم سکھوں پر یہ احسان اس لیے کر رہے ہیں کہ وہ کشمیر سمیت پاکستان کے مفادات میں ہمارا ساتھ دیں گے، پاکستانی مفادات اور کشمیر میں ساتھ دینے کی بجائے اُلٹا دو لاکھ سکھوں کی فوج ہمارے کشمیری بھائیوں، بہنوں اور بیٹیوں کو یرغمال بنا کر ان کو قتل، زخمی اور ان کی عصمت دری کر رہی ہے۔ کیا ہماری حکومت بتا سکتی ہے کہ کسی ایک سکھ نے بھی ہمارے اس احسان کا بدلہ دیتے ہوئے انڈیا کی فوج سے استعفیٰ دیا ہو یا کشمیری بھائیوں کے حق میں کوئی آواز بلند کی ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے اور یقینا ایسا نہیں ہے تو ملکی مفاد کے خلاف اتنا بڑا رسک کیوں لیا گیا؟ حالانکہ سکھ برملا یہ اعلان کر رہے ہیں کہ: ہم انڈیا کے ساتھ ہیں، ہم اس کی فوج کا حصہ ہیں اور ہم انڈیا کے مفادات کو مقدم رکھیں گے، آخر ایسا کیوں؟

محسوس یوں ہوتا ہے کہ ہماری حکومت اور مقتدر قوتوں نے مغربی استعمار کی خوشنودی اور حکم کی بجاآوری میں یہ طے کر رکھا ہے کہ اس ملک میں ہم نے دین اسلام کی تو ہر آواز کو مذہبی کارڈ کا نام دے کر اسے دبانا اور خاموش کرانا ہے اور غیر مسلم چاہے وہ سکھ ہوں یا ہندو، بدھ مذہب کے لوگ ہوں یا قادیانی وعیسائی ان کی ہر ایک بات کی تشہیر اور ان کے ہر مذہبی تہوار کو اپنے میڈیا کے ذریعے خوب اُجاگر کرنا ہمارا منشور اور ایجنڈا ہے، تاکہ مغربی آقاؤں کو پیغام دیا جاسکے کہ دیکھیے! ہم کتنا رواداری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس تقریب میں شریک ہمارے پاکستان کے وزیر خارجہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم گیارہ ارب روپے خرچ کرکے ۴۰۰ مندروں کی تعمیر کریں گے، نعوذ باللہ من ذلک۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اعلان ایک اسلامی جمہوری ملک کے وزیر خارجہ کا اعلان ہے؟

آخر یہ حکومت دین کے خلاف کیا کرنا چاہتی ہے؟ کیا کوئی ایسا رجل رشید نہیں ہے جو اس حکومت سے پوچھ سکے کہ آپ کی معاشی حالت اس کی اجازت دیتی ہے؟ جس ملک میں ہسپتالوں کے لیے فنڈ نہ ہو، دوائیوں کے لیے رقم نہ ہو، یونیورسٹیوں کے لیے بجٹ نہ ہو تو ایسے ملک میں گردوارہ اور مندروں کی تعمیر میں اربوں کھربوں روپے لگانا چہ معنی دارد؟

ہماری حکومت تو ۴۰۰ مندر بنانے پر تلی ہوئی ہے، جب کہ انڈیا اپنے ملک میں مساجد کو توڑ رہا ہے۔ بابری مسجد کی جگہ ان کی سپریم کورٹ مندر بنانے کا فیصلہ دے رہی ہے اور ہماری حکومت ان کی مذمت میں ایک لفظ تک نہیں بول سکی۔

لگتا یوں ہے کہ یہ بین الاقوامی ایجنڈا ہے کہ اسلام، اسلامی اقدار اور اسلامی تہذیب کو اسلامی ممالک سے دیس نکالا دیا جائے، اس نے سعودی عرب، عرب امارات اور پاکستان میں حکمرانوں کو اس کام پر لگایا ہوا ہے کہ تم اپنے اپنے ممالک میں ہندوؤں، سکھوں اور بدھ مذہب کے لوگوں کی دلداری، اور ان کی خوشنودی کے لیے مندر اور گردوارے بنانے سمیت ہر وہ کام کرو جو دین اسلام اور مسلمانوں کے مذہبی شعائر، ان کی تہذیب اور اقدار کے خلاف ہو جس سے ظاہر ہو سکے کہ واقعی یہ حکومتیں ہماری فرماں بردار اور ہمارے احکامات کو پوری تندہی سے بجا لا رہی ہیں، یا أسفي علی الأمراء المسلمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد وعلی آله وصحبه أجمعین

انسانی دنیا پر قرآن کریم کے احسانات

قرآن اللہ جل شانہ کی کتاب ہے، یہ اولین و آخرین کے علم کا خزانہ ہے، پوری نوع انسانیت کے لئے دستور ہدایت ہے، یہ وہ کیمیا اثر نسخہ ہے جو قلب مضطرب کو سکون اور تسلی کا سامان فراہم کرتا ہے اور روحانی و اخلاقی امراض کا خاتمہ کرتا ہے، یہ وہ صحیفۂ ربانی ہے جو گم گشتہ راہ لوگوں کو صراط مستقیم دکھاتا ہے اور حق و باطل کے مابین خط امتیاز کھینچتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمانوں نے کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور قرآنی ہدایات کی شمع دلفروز سے اپنی عملی زندگی کو فروزاں رکھا ان کا ستارۂ اقبال افق عالم پر بلند رہا، عروج و اقبال مندی ان کے ہم آغوش رہی، سرفرازی و کامرانی نے ان کے قدم چومے اور جب انہوں نے کتاب اللہ سے منہ موڑا، اور اس کی تعلیمات و ہدایات سے اعراض کیا تو ذلت و ناکامی سے دو چار ہوئے اور شکستہ پائی، زبوں حالی اس کا مقدر ٹھہری۔

قرآن کریم وہ انقلاب انگیز اور انقلاب آفریں کتاب ہدایت ہے جس نے اخلاق و رجحانات کو نئی جہت دی، فکر و نظر کو وسعت و شادابی اور قلب و دماغ کو بالیدگی عطا کی۔ یہ قرآن مجید ہی ہے جس نے انسانیت کے لئے علم و تحقیق کا دروازہ کھولا اور سائنسی اکتشافات اور نت نئی ایجادات کے لئے راہ ہموار کی، قرآن مجید نازل ہونے سے پہلے یہ تصور عام تھا کہ ہر وہ چیز جو انسان کو نفع اور نقصان پہنچاتی ہے وہ اپنے اندر خاص طاقت رکھتی ہے، لوگ یہ سمجھتے تھے کہ کائنات کی بعض اشیاء اپنی مافوق الفطرت قدرت کی وجہ سے کہیں تباہی و بربادی کا پیغام ثابت ہوتی ہیں، تو کہیں خوشی و مسرت کی مسکراہٹیں بکھیر دیتی ہیں، جس کی وجہ سے لوگوں نے بعض چیزوں کو

حضرت مولانا مفتی عبداللہ قاسمی مدظلہ

معبود کا درجہ دے دیا تھا اور ان کو اپنا مسیحا اور اپنے دکھ درد کا مداوا ماننے لگے تھے، ان کی خوشنودی اور ان کا تقرب حاصل کرنا لازم سمجھتے تھے، اور ان کے سامنے سر تسلیم اور جبین نیاز خم کرنے کو ضروری خیال کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ کائنات کی جس چیز کے اردگرد احترام اور تقدیس کا ہالہ ہو اس کی تحقیق اور جستجو انسان کے لئے ناممکن ہے، قرآن کریم نے اس باطل خیال پر کاری ضرب لگائی اور عالم انسانیت کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ تمام چیزوں کو اللہ وحدہ لاشریک لہ نے وجود بخشا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ان کا خالق و مالک ہے، کائنات کی دلکش بلندیاں، رنگا رنگ بستیاں، خوبصورت کہساروں کی حسین اونچائیاں، فراز کوہ سے گرتی ہوئی، بہشت نغمات سناتی ہوئی ندیاں اور طوفان کے ہنگامہائے برق و باراں... سب اللہ تبارک و تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں، کائنات کی کوئی شے بذات خود نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتی ہے؛ بلکہ کائنات کی یہ حسین بساط حضرت انسان کے لئے بچھائی گئی ہے، اس بساط کو دنوں کی حرارت، باد سحرگاہی کی لطافت، صبح کی شگفتگی اور شام کی دلآویزی سے آراستہ کیا گیا ہے اور نیلگوں آسمان اور اس میں لٹکی ہوئی ضیا پاش قندیلوں، حسین و جمیل وادیوں، اونچے پہاڑوں سے گرتی ہوئی آبشاروں، رنگا رنگ پودوں، مہکتے ہوئے مرغزاروں اور خوشنما اور جاذب نظر پھولوں سے اس بساط کی کشیدہ کاری کی گئی ہے، تاکہ انسان اپنی جسمانی اور طبعی ضروریات کی تکمیل کرے اور کائنات کے حیرت انگیز اور مربوط نظام کو دیکھ کر خدائے وحدہ لاشریک لہ کو صحیح معنوں میں پہچانے اور اس کی عبادت کرے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے بار ہا قرآن کریم میں اس حقیقت کو مختلف اسالیب میں واشگاف کیا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

"وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ"

(الجاثیۃ:13)

ترجمہ: "اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہارے لئے آسمان اور زمین کی تمام چیزوں کو مسخر اور تابع کیا۔"

ایک دوسری جگہ اللہ پاک نے فرمایا:

"أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ"

(الحج:65)

ترجمہ: ”اللہ نے (انسان کے لئے) زمین کی تمام چیزوں کو اور کشتیوں کو تابع کیا ہے، جو سمندر میں اللہ کے حکم سے چلتی ہیں۔“

ایک مقام پر اللہ فرماتے ہیں:

”وَھُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْکُلُوْا مِنْهُ لَحْماً طَرِیّاً وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا۔“ (النحل:14)

ترجمہ: ”اور اللہ نے سمندر کو تمہارے لئے تابع کیا ہے، تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور پہننے کے لئے جواہرات نکالو۔“

ان آیات کریمہ میں بانگ دہل یہ اعلان کیا گیا کہ کائنات کی تمام چیزیں انسان کے فائدے اور اس کی جسمانی وطبعی ضروریات کی تکمیل کے لئے پیدا کی گئی ہیں، کائنات کی کوئی شے بذات خود نہ نفع اور نقصان کا اختیار رکھتی ہے اور نہ وہ لائق تعظیم اور لائق عبادت ہے، تعظیم اور تقدیس کے لائق صرف اللہ عزوجل شانہ کی ذات مبارک ہے، یہ اعلان ہونا تھا کہ علم وتحقیق کے دروازے کھل گئے، اکتشافات اور نت نئی ایجادات کا گلشن تیار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے زرخیز اور مرغزار ہوگیا، سائنس وٹیکنالوجی کا نیر اقبال طلوع ہوا اور رفتہ رفتہ بدر کامل بننے لگا، جس کی تابانی اور ضیاگستری سے پوری عالم انسانیت مستفید ہورہی ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں حیرت انگیز ترقی ہورہی ہے، قرآن کریم نے اس انقلاب انگیز فکر کی آبیاری کی اور اس آفاقی تصور کی طرح ڈالی تو حضرت انسان نے ستاروں پر کمند ڈالی، سیاروں کی گردش اور اس کی حرکت کو تولا، سمندر کی تہوں میں چھپے ہوئے زرو جواہر کا سراغ لگایا، کائنات کے مربوط اور منظم نظام کے علل واسباب کو دریافت کیا، واقعہ یہ ہے کہ ان ساری سائنسی ترقیوں کا سہرا قرآن کریم کے سر جاتا ہے، جس نے انسانیت کو اس چھپی ہوئی حقیقت سے روشناس کرایا اور اس کے آئینہ قلب پر کائنات کی بعض اشیاء کی تقدیس اور احترام کی، جو دبیز تہہ جمی ہوئی تھی، قرآن نے اس کو دور کیا۔

قرآن مجید ایک عہد ساز اور انقلاب آفریں صحیفہ ہدایت ہے، یہ صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں، بلکہ پوری عالم انسانیت کے لئے مشعل راہ ہے۔

آفتاب اسلام طلوع ہونے سے پہلے طبقاتی تفریق، نسلی امتیاز اور قبائلی تعصب کا دور دورہ تھا، لوگ رنگ ونسل اور جغرافیائی لحاظ سے مختلف جماعتوں میں بٹ چکے تھے، لوگ زبان اور علاقائیت کی بنیاد پر ایک دوسرے کو حقیر سمجھتے تھے، چناں چہ جب مکہ فتح ہوا اور وہاں اسلام کا پرچم لہرانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال حبشیؓ کو کعبہ میں اذان دینے کا حکم دیا، اس پر کفار مکہ کے سربرآوردہ قسم کے لوگ برافروختہ ہوگئے، خالد بن اسید نے کہا: اچھا ہوا کہ میرے والد کو یہ دن نہ دیکھنا پڑا (کہ ایک حبشی کعبہ جیسی بابرکت جگہ پر اذان دے رہا ہے)۔ حارث بن ہشام نے کہا: کاش! میں اس حبشی کو کعبہ میں چلاتے ہوئے دیکھنے سے پہلے مرجاتا، ابوسفیان نے کہا: میں کچھ نہ کہوں گا، کیوں کہ اگر میں اس بارے میں کچھ کہوں گا تو یہ کنکری بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر کردے گی۔

(اخبار مکہ للازرقی:1/275)

ایرانی سماج میں حسب ونسب اور رنگ و نسل کو خاص اہمیت حاصل تھی اور اسی بنیاد پر لوگوں کو حقوق ومراعات حاصل ہوتے تھے، چناں چہ ایران میں عام لوگوں کو کسی رئیس یا شاہ زادے کی جائیداد خریدنے کا حق حاصل نہ تھا، نسلی امتیاز اور علاقائی عصبیت کا زہر ایرانی معاشرے میں اس قدر سرایت کرگیا تھا کہ ہر پیشے اور ہر کام کے لئے رنگ ونسل کے لحاظ سے کچھ لوگ مخصوص ہوتے تھے اور ان کے لئے اس پیشے کو چھوڑ کر اس سے اونچا کوئی دوسرا پیشہ اختیار کرنا قانونی طور پر ممنوع تھا۔ برہمن مذہب میں جو امتیاز وتفریق ہے وہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے؛ کیوں کہ اس میں پوری انسانیت کو چار طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے: سب سے اونچا طبقہ برہمن، دوسرا کھتری، تیسرا ویش اور سب سے بدقسمت اور محروم شودر تھا، شودر طبقہ کو نہایت کم تر اور حقیر سمجھا جاتا تھا اور ان سے صرف خدمت کا کام لیا جاتا تھا، شودر کا کوئی فرد برہمن کی کسی لڑکی سے شادی نہیں کرسکتا تھا اور نہ ہی کسی برہمن کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاسکتا تھا اگر وہ کسی پانی کے گھڑے کو ہاتھ لگادے تو اسے پھینک دیا جاتا تھا، اس طرح کے تصورات آج بھی ہندوؤں

کے یہاں پائے جاتے ہیں۔

(ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین)

قرآن مجید نے اس جاہلی تصور کا خاتمہ کیا، اور اس نے انسانیت کو بتلایا کہ زبانوں کا اختلاف اور قبائل کا اختلاف اور رنگ ونسل کا اختلاف آپسی تعارف اور شناخت کے لئے ہے، زبان، قبیلہ، حسب ونسب اور رنگ ونسل کی بنیاد پر کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہیں ہے، خالق کائنات کی نظر میں تو وہ شخص محبوب اور پسندیدہ ہے جس کے دل میں تقویٰ اور خوف الٰہی ہو اور جس کا دل اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے سرشار ہو، چناں چہ ارشاد خداوندی ہے:

"یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِیمٌ خَبِیرٌ" (الحجرات:13)

ترجمہ: "اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہاری قومیں اور قبیلے بنا دیے ہیں؛ تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، تم میں اللہ کی نگاہوں میں معزز تو وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو، بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔"

قرآن کریم کے اس اعلان نے پوری انسانیت کو ایک سلک میں پرو دیا اور دبے اور کچلے ہوئے لوگوں کو سر اٹھا کر جینے کا حوصلہ عطا کیا اور ایسے اصول وقوانین پر کاری ضرب لگائی جن سے کسی جماعت کی تذلیل اور حق تلفی ہوتی ہے، ذات کی بنیاد پر اونچ نیچ اور طبقاتی تفریق کا خاتمہ کیا۔ امریکا اور یورپ جو اپنے آپ کو مساوات کا علمبردار کہتے ہیں اور اپنے کو جمہوری اقدار کا محافظ کہتے ہوئے ان کی زبانیں نہیں تھکتی، وہاں نسلی امتیاز پر مبنی قوانین موجود ہیں اور شہریت کے مختلف درجات ہیں اور اسی نسبت سے ان کو رعایتیں اور سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں، یورپ کی بعض ریاستوں میں گوری اور کالی نسل کے مابین شادی نہیں ہوسکتی، اگر کرلی جائے تو شادی قانونی لحاظ سے غیر معتبر ہوتی ہے اور پانچ سو ڈالر یا چھ مہینے کی قید یا دونوں سزائیں اس کا ارتکاب کرنے والوں کو دی جاتی ہیں۔ ان دانایان فرنگ کو بھی چاہیے کہ قرآن کریم کی تعلیمات و ہدایات کی روشنی میں اپنے اصول و قوانین میں ترمیم و تنسیخ کریں، تاکہ مغربی قوانین کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے والے لوگوں کو امن و سکون نصیب ہو اور ایک خوشگوار اور مثالی معاشرے کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکے۔

امریکا اور یورپ جو اپنے آپ کو مساوات کا علمبردار کہتے ہیں اور اپنے کو جمہوری اقدار کا محافظ کہتے ہوئے ان کی زبانیں نہیں تھکتی، وہاں نسلی امتیاز پر مبنی قوانین موجود ہیں

اسلام کی آمد سے پہلے عورت حقیر اور کمتر درجہ کی مخلوق سمجھی جاتی تھی، صنف نازک کو برائیوں کا منبع اور سرچشمہ تصور کیا جاتا تھا اور ہر طرح کا ظلم و جبر اس پر روا رکھا جاتا تھا اور اسلام سے پہلے دنیا میں ایسے قوانین تشکیل دیے گئے تھے جن کی رو سے عورت کی حیثیت جانور اور بے جان سی املاک کی ہوکر رہ گئی تھی، نہ وہ کسی چیز کی مالک ہوسکتی تھی اور نہ وہ کوئی آزادانہ تصرف کرسکتی تھی، یہاں تک کہ اہل علم کے درمیان یہ بحث جاری تھی کہ عورت انسان بھی ہے یا نہیں؟ قرآن کریم نے اس باطل خیال اور بے ہودہ تصور کا خاتمہ کیا اور اس نے کہا کہ مرد اور عورت دونوں اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہیں، ایک ہی گاڑی کے دو پہیے ہیں، ایک ہی سرچشمہ کی دو موج ہیں، ان دونوں میں کسی قسم کی تفریق کرنا فطرت سے بغاوت ہے اور فطرت سے بغاوت انسان کے لئے ہمیشہ تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِی عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ" (البقرۃ:228)...اور عورتوں کو دستور کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے ان پر مردوں کے حقوق ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید ایک عہد ساز اور انقلاب آفریں صحیفہ ہدایت ہے، یہ صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں، بلکہ پوری عالم انسانیت کے لئے مشعل راہ ہے، اس لئے اس کا مطالعہ اور اس کی آیات میں غور وفکر کرنا ہر انسان کے لئے ضروری ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ قرآن کریم کے احکام پر امت مسلمہ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے انوار و برکات سے امت مرحومہ کو متمتع اور فیضیاب فرمائے، آمین ثم آمین۔☆☆

حرام اور مشتبہ سے اپنے آپ کو بچائیں!

مولانا غلام مصطفیٰ رفیق

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ:

ذخیرۂ احادیث میں چند احادیث ایسی ہیں جنہیں اُمت کے علماء اور فقہاء کرام نے نہایت اہم اور اُصولی سمجھا ہے، ان ہی میں سے ایک حدیث حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں منقول ہے جو حلال وحرام اور مشتبہات کے احکام سے تعلق رکھتی ہے ۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ پہلے صحابی ہیں جو انصار میں سے سن ۲ ہجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، نہایت ہی خوش بخت ہیں کہ ان کی والدہ حضرت عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا انہیں لے کر سرکارِ دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ ﷺ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو کھجور چبا کر کھلائی، جسے تحنیک کہتے ہیں۔ تاریخ ابن خلدون میں ان کا ایک ملفوظ لکھا ہوا ہے کہ: ’’مجھے کمزور ہو کر اللہ کی اطاعت میں رہنا زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ میں گناہ گار ہو کر عزت والا بنوں۔‘‘

کتبِ حدیث میں ان کا ایک مشہور واقعہ بھی آتا ہے اور یہ واقعہ ایک فقہی مسئلہ سے بھی تعلق رکھتا ہے، اس کا ذکر کرنا بھی مناسب ہے، اور وہ مسئلہ ہمارا معاشرتی مسئلہ بھی ہے، حقوق سے بھی متعلق ہے، یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

’’میرے والد حضرت بشیر رضی اللہ عنہ مجھے لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گئے اور فرمایا کہ: میں نے اپنے اس بیٹے کو کچھ دیا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کے والد نے عرض کیا کہ: میں نے اپنے اس بیٹے (نعمان) کو ایک غلام ہدیہ کیا ہے، آپ ﷺ نے ان کے والد سے فرمایا کہ: کیا تم نے اپنے سب بیٹوں کو اسی طرح ایک ایک غلام دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ: نہیں ۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر نعمان سے بھی اس غلام کو واپس لے لو۔ ایک اور روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میرے والد نے مجھے ایک چیز دی تو میری والدہ نے میرے والد حضرت بشیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: میں اس پر اس وقت تک رضامند نہیں ہوں جب تک کہ تم اس ہبہ پر رسول کریم ﷺ کو گواہ نہ بنالو، چنانچہ میرے والد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ! میں نے اپنے بیٹے نعمان کو ایک چیز دی ہے اور میری اہلیہ عمرہ بنت رواحہ نے مجھ سے کہا کہ میں اس ہبہ پر آپ ﷺ کو گواہ بنالوں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ’’أَفَعَلْتَ هٰذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ ‘‘... ’’جس طرح تم نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے، کیا اسی طرح اپنے سب بیٹوں کو بھی ایک ایک غلام دیا ہے؟‘‘ انہوں نے کہا کہ: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ’’اِتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِيْ أَوْلَادِكُمْ ‘‘... ’’اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔‘‘ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا: ’’وَأَهْوَى النُّعْمَانُ بِإِصْبَعَيْهِ إِلَى أُذُنَيْهِ ‘‘... ’’حضرت نعمان رضی اللہ عنہ

> **جو آدمی شبہات سے بچتا ہے وہ حرام سے بھی محفوظ رہے گا اور جو شبہات سے نہیں بچے گا وہ ایک نہ ایک دن حرام میں واقع ہو جائے گا اور جہاں کہیں شبہ پیش آئے وہاں انسان کو مستند علماء کرام سے پوچھ لینا چاہیے کہ آیا یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟ یہ کاروبار کرنا جائز ہے یا نہیں؟**

نے اپنے سننے کو یقینی طور پر بیان کرنے کے لیے اپنی انگلیوں سے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کیا کہ میرے ان کانوں نے خود سنا۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”إِنَّ الْحَلَالَ بَیِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَیِّنٌ ....“ ”حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔“ یہ پہلا جملہ ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ چیزیں تو وہ ہیں جن کا حلال ہونا سب کو معلوم ہے، اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا حرام ہونا سب کو معلوم ہے، یعنی ان دونوں کا معاملہ صاف اور روشن ہے۔ واضح ہے کہ انسان حلال کو اختیار کرے اور حرام سے اپنے آپ کو بچائے۔ حلال جیسے: نیک کام، اچھی گفتگو، حلال ذرائع سے کمایا ہوا مال وغیرہ اور حرام جیسے کفر ہے، شرک ہے، مردار ہے، جھوٹ ہے، سود کھانا، غیبت کرنا، چغل خوری کرنا، شراب پینا، کسی کا مال چھین لینا، کسی کے حق پر قبضہ کرلینا، وغیرہ، تو ان میں سے حلال چیزوں کو انسان اختیار کرنے والا بنے اور حرام سے دور رہے۔

حلال پر قناعت کرنا:

حلال پر قناعت کرنے اور حلال کو اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ برکت بھی دیتے ہیں اور نیک اعمال کی توفیق بھی عطا فرماتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر حلال کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، کھانے پینے سے متعلق بھی انبیاء علیہم السلام کو اور ان کے ذریعے ان کی اُمتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ حلال اور پاکیزہ چیزوں کو کھاؤ، اور نیک اعمال کرو، سورۂ مومنون میں ارشاد ہے:

”یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ“ (المومنون:۵۱)

ترجمہ: ”اے پیغمبرو! تم (اور تمہاری اُمتیں) نفیس، پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو (اور) میں تم سب کے کیے ہوئے کو خوب جانتا ہوں۔“

مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں حلال روزی کے ساتھ عمل صالح کا ذکر فرمایا ہے، جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور یہ ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ حلال غذا کا عمل صالح میں بڑا دخل ہے۔ جب انسان کی غذا حلال ہوتی ہے تو نیک اعمال کی توفیق اسے خود بخود ہونے لگتی ہے اور جب غذا ہی حرام ہو تو نیک کام کا ارادہ کرنے کے باوجود بھی اس راہ میں مشکلات حائل ہو جاتی ہیں اور آدمی نیکی سے محروم ہو جاتا ہے۔

حرام کی نحوست:

اسی طرح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کا کھانا پینا حرام ہو، اسے دعاؤں کی قبولیت کی بھی آس نہیں لگانی چاہیے، اسے دعاؤں کی قبولیت کی بھی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔

سننِ ترمذی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کا ذکر کیا: ”یُطِیْلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَهُ إِلَی السَّمَاءِ ....“ ”جو طویل لمبا سفر کرتا ہے، پریشان حال ہے، اور اس کے بال خاک آلود ہو رہے ہیں وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے: ”یَا رَبِّ! یَا رَبِّ! ....“ ”اے میرے رب! اے میرے پروردگار!“ یعنی دعا کے لیے ہاتھ اُٹھا کر پکار رہا ہوتا ہے، اس کی ظاہری حالت سے مسکنت عیاں ہے، قابلِ رحم شخص لگتا ہے، ایسی حالت میں اس کی دعا قبول ہونی چاہیے، قبولیت کے ظاہری اسباب بھی موجود ہیں، اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کی دعا رد بھی نہیں ہوتی، اس سب کچھ کے باوجود آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ: ”وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ ....“ ”اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ روٹی اس کی حرام، کپڑے اس کے حرام، اور جسم اس کا حرام کی روٹیوں سے پلا ہوا“ .... ”فَأَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِکَ ....“ ”اب کس طرح ایسے شخص کی دعا قبول ہو؟!“ (ترمذی) آج کل بہت سی دعائیں کی جاتی ہیں، مگر لوگوں کا شکوہ یہ ہوتا ہے کہ دعائیں قبول نہیں ہوتیں، اس لیے ہر شخص کو اپنے حال پر غور کرنا چاہیے، اور اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہیے، میں کتنا حلال کماتا ہوں، اور کس قدر اپنے آپ کو حرام سے بچاتا ہوں؟!

مستجاب الدعوات بننے کا عمل:

معلوم ہوا کہ دعاؤں اور عبادات کی قبولیت کے لیے بھی حلال کھانا شرط ہے، اسی لیے ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے گزارش کی کہ یا رسول اللہ! ”اُدْعُ اللّٰهَ أَنْ یَّجْعَلَنِیْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ“ .... ”آپ میرے حق میں دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو قبول فرمایا کرے۔“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”یَا سَعْدُ! أَطِبْ مَطْعَمَکَ، تَکُنْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ“ .... ”سعد! پاکیزہ چیزیں کھاؤ، حلال لقمہ کھایا کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول فرماتا رہے گا۔“

حرام کی آمیزش سے بھی بچنے کا حکم:

ہمارا دین اور ہمارے پیغمبر ﷺ نے ہمیں حرام کی ذرہ برابر آمیزش سے بھی بچنے کا حکم

دیا ہے، حرام مال اگرچہ قلیل کیوں نہ ہو اس کو بھی اپنے حلال مال میں خلط ملط نہ کریں، حرام کو حلال میں شامل نہ کریں، اگرچہ زیادہ مال حلال ہو اور اس میں کسی قدر حرام شامل ہو جائے یہ بھی انسان کے لیے عبادات اور دعاؤں کی قبولیت کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے ایک روایت منقول ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"مَنِ اشْتَرٰی ثَوْبًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ، وَفِيْهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ"..."اگر کوئی شخص ایک کپڑا دس درہم میں خریدے اور ان دس دراہم میں سے ایک درہم بھی حرام مال کا ہو" تو "لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلَاةً مَادَامَ عَلَيْهِ"..."اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس شخص کی نماز نہیں قبول کرے گا جب تک کہ آدمی کے جسم پر وہ کپڑا ہوگا۔" اس حدیث کے بیان کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے اپنی شہادت کی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں اور کہا کہ: "صُمَّتَا إِنْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُهٗ"..."یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے یہ رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے نہ سنا ہو۔"

مشتبہات سے بچنا:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ"

ترجمہ: "حلال وحرام کے درمیان کچھ مشتبہات ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے، پس جو شخص شبہ میں ڈالنے والی چیز سے بچا، اپنے آپ کو محفوظ رکھا، اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا اور جو شبہ ڈالنے والی چیزوں میں پڑ گیا تو وہ حرام میں پڑ گیا۔"

یعنی کچھ چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی حرمت یا حلت یعنی ان کے حلال وحرام ہونے کے بارے میں دلائل مختلف ہوتے ہیں اور دلائل کے تعارض کی وجہ سے کوئی واضح حکم معلوم نہیں ہوتا، بلکہ یہ اشتباہ رہتا ہے کہ آیا یہ چیزیں حرام ہیں یا حلال ہیں۔ اور ایسی کتنی ہی چیزیں ہیں جن کے حلال ہونے کی دلیلیں بھی ہیں اور حرام ہونے کی بھی، تو اس صورت میں کوئی واضح فیصلہ کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی، تو عام شخص کے بارے میں شریعت کی تعلیم یہی ہے کہ ایسی مشتبہ چیزوں سے انسان اپنے آپ کو بچائے، مشتبہ چیزوں سے بھی احتراز اور اجتناب کرے۔ علماء نے اس کی بہت ساری مثالیں لکھی ہیں، اور یہ اشتباہ معاملات میں زیادہ پیش آ سکتا ہے، لہٰذا ایسے معاملہ سے بھی انسان بچے جس میں شبہ پایا جاتا ہو۔ اور جو آدمی شبہات سے بچتا ہے وہ حرام سے بھی محفوظ رہے گا اور جو شبہات سے نہیں بچے گا وہ ایک نہ ایک دن حرام میں واقع ہو جائے گا۔ اور جہاں کہیں شبہ پیش آئے وہاں انسان کو مستند علماء سے پوچھ لینا چاہیے کہ آیا یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟ یہ کاروبار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ کا مشتبہ کھجور نہ کھانا:

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں صحیح بخاری میں حضرت انس ؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ راستے سے گزر رہے تھے، وہاں آپ نے ایک کھجور کا دانہ پڑا دیکھا، تو ارشاد فرمایا کہ:

"لَوْلَا أَنِّيْ أَخَافُ أَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا"..."اگر مجھے اس کھجور کے بارے میں صدقہ کا خوف نہ ہوتا تو میں اسے کھا لیتا" یعنی رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کے شبہ کی وجہ سے وہ کھجور نہیں کھائی، باوجودیکہ آپ کو ضرورت تھی۔ اسی لیے ضرورت کے مواقع پر بھی انسان اپنے آپ کو مشتبہ سے بچائے یہ کمال احتیاط ہے۔

امام ابوحنیفہ ؒ کا مشتبہ نفع سے بچنا:

حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ: جہاں شبہ آ جائے اس سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ۔ امام ابوحنیفہ ؒ بہت بڑے فقیہ، عالم اور بزرگ گزرے ہیں، یہ کپڑے کے بہت بڑے تاجر بھی تھے۔ آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ مشتبہ چیزوں سے بالکل اجتناب کرتے تھے۔ ان کے بارے میں ایک واقعہ یہ لکھا ہے کہ انہوں نے ایک کپڑا بنوا کر سلائی کیا، اور کپڑا لاکھوں روپے کا تھا، ایک تاجر کو وہ کپڑا فروخت کرنے کے لیے بھیجا، اس تاجر نے یہ دیکھا کہ فی الحال اس کپڑے کے دام ذرا سستے ہیں اور کچھ مہینوں بعد اس کے دام زیادہ ہو جائیں گے تو کپڑا فروخت کرنے سے روک لیا، تا کہ کچھ عرصے کے بعد زیادہ بیچنے سے زیادہ رقم وصول ہو۔ کچھ ماہ بعد جب لوگوں کی ضرورت بڑھی تو انہوں نے دام بڑھا کر کپڑا فروخت کر دیا، اب جب زیادہ رقم لے کر امام ابوحنیفہ ؒ کے پاس پہنچے اور خوشی سے بتایا کہ اس کے کچھ عرصہ روک دینے اور کچھ قیمت بڑھانے سے زیادہ دام وصول ہوئے ہیں، تو امام ابوحنیفہ ؒ نے عجیب جواب دیا، فرمایا کہ: معاذ اللہ! اللہ کی پناہ! آپ نے تو لوگوں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اُٹھایا ہے، یہ کہہ کر خفا ہو گئے، فرمایا کہ: اس مال

میں اشتباہ پیدا ہوگیا، لوگوں نے اپنی مجبوری کی وجہ سے زیادہ رقم ادا کی ہے۔ امام صاحب ؒ اس نفع پر خفا ہوئے کہ چونکہ اس نفع میں شبہ پیدا ہوگیا ہے، لہٰذا یہ مال میں نہیں لوں گا، یہ میرے کام کا اب نہیں ہے۔ فرمایا: جاؤ! یہ سب غریبوں میں تقسیم کردو، اس لیے کہ جب لوگوں کو ضرورت تھی تو تمہیں اسی وقت یہ چیز مقررہ قیمت پر بیچنی چاہیے تھی۔ اصل رقم اور نفع سارا تقسیم کروادیا۔ دیکھیے! یہ لوگ کیسے اپنے آپ کو مشتبہات سے بچاتے تھے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل:

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تو کیا ہی کہنا! ان کے بلند رتبے اور ذوق تک کس کی رسائی ہوسکتی ہے! یہ حضرات مباح اور جائز اُمور کو بھی بسااوقات ترک کردیتے تھے کہ کہیں ہم ممنوع کی جانب نہ چلے جائیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بخاری شریف میں آتا ہے کہ ان کے ایک غلام نے کھانے کی کوئی چیز ان کی خدمت میں پیش کی، آپ نے اس چیز میں سے کچھ کھالیا، اس کے بعد غلام نے بتایا کہ مجھے یہ چیز اس طرح حاصل ہوئی تھی کہ اسلام کے دور سے پہلے جاہلیت کے دور میں ایک آدمی کو میں نے اپنے آپ کو کاہن ظاہر کرکے کچھ بتلایا تھا، جیسے نجومی کاہن لوگ ہوتے ہیں، لوگوں کو مستقبل کے احوال وغیرہ بتلاتے رہتے ہیں، شریعت نے ان چیزوں سے سخت منع کیا ہے، ایسے لوگوں کے پاس جانا بھی جائز نہیں، چہ جائیکہ ان سے مستقبل کے احوال پوچھے جائیں یا ان پر یقین کیا جائے، شریعت میں اس کی سخت ممانعت ہے۔ بہرحال! غلام نے کہا کہ اس کہانت کے بدلہ میں اس شخص نے مجھے یہ چیز دی تھی جو میں نے آپ کو کھانے کے لیے دی۔ بخاری شریف میں ہے: ’’فَأَدْخَلَ أَبُوْبَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ‘‘... ’’صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے فوراً حلق میں انگلی ڈال کر قے کردی کہ یہ چیز تو مشتبہ ہوگئی‘‘۔ دیکھیے! یہ لاعلمی میں جو کھالیا یہ حرام نہیں تھا، مگر یہ ان حضرات کا تقویٰ تھا کہ جیسے ہی اشتباہ پیدا ہوگیا تو انہوں نے فوراً اپنے پیٹ سے اس چیز کو نکال دیا۔

اسی طرح حدیث کی کتابوں میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت زید بن اسلم ؒ کہتے ہیں کہ ایک دن امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دودھ نوش فرمایا تو انہیں بہت اچھا لگا، جس شخص نے انہیں دودھ پلایا تھا اس سے امیر المؤمنین نے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں کا ہے؟ اس نے انہیں بتایا کہ ایک پانی پر (یعنی نام لے کر بتایا کہ فلاں جگہ جہاں پانی تھا) میں گیا، وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ زکوۃ کے بہت سے اونٹ موجود ہیں اور انہیں پانی پلایا جارہا ہے، پھر اونٹ والوں نے اونٹوں کا تھوڑا سا دودھ نکالا، اس میں سے تھوڑا سا دودھ میں نے بھی لے کر اپنی مشک میں ڈال لیا، یہ وہی دودھ ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اپنے منہ میں ڈالا اور قے کردی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل کمالِ تقویٰ اور انتہائی ورع کی بنا پر تھا، ورنہ تو جہاں تک مسئلے کی بات ہے، یہ تو اگر مستحقِ زکوۃ 'مال کا مالک ہو جانے کے بعد اسے کسی غیر مستحقِ زکوۃ کو ہبہ کر دے یا اسے تحفہ کے طور پر دے دے تو اسے استعمال میں لانا اور کھانا جائز ہے۔

مشتبہ الفاظ سے اجتناب کا حکم:

ایسی باتوں سے اجتناب کریں جن سے اشتباہ پیدا ہوتا ہو، قرآن کریم نے اہلِ ایمان کو مشتبہ الفاظ استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں بھی اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اپنے غلام یا باندی کو ’’عبدي‘‘ اور ’’أمتي‘‘ نہ کہو، اگرچہ ’’عبدي‘‘ کا ظاہری ترجمہ یہی ہے کہ اے میرے غلام! مگر اس لفظ سے یہ اشتباہ ہوسکتا ہے کہ پکارنے والا شاید اپنے آپ کو معبود سمجھ رہا ہو اور کہہ رہا ہو کہ ’’عبدي‘‘ اے میرے بندے! اور ’’أمتي‘‘ اے میری بندی! حالانکہ معبود تو صرف اللہ کی ذات ہے، تو ان الفاظ کے استعمال سے منع فرمادیا، ان کے بجائے فرمایا کہ: یہ کہہ دو: اے جوان! اسی طرح صحیح مسلم کی ایک روایت میں ارشاد فرمایا کہ: ’’لَا تَقُوْلُوْا لِلْعِنَبِ الْكَرْمَ‘‘... ’’انگور کو ’کرم‘ نہ کہو‘‘ کیونکہ کرم کے معنی فیاضی، سخاوت اور بخشش کے ہیں، اور کرم تو مومن آدمی کا دل ہوا کرتا ہے۔ انگور سے چونکہ شراب بنائی جاتی ہے، اس لفظ سے بالواسطہ شراب کی تعریف ہوتی ہے، اس لیے آنحضرت ﷺ نے انگور کو کرم کہنے سے بھی منع فرمادیا۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص شبہ میں ڈالنے والی چیز سے بچا، اپنے آپ کو محفوظ رکھا، اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کرلیا اور جو شبہ ڈالنے والی چیزوں میں پڑ گیا تو وہ حرام میں پڑ گیا۔ لہٰذا جو شخص مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرتا ہے اسے نہ اپنے دین کے معاملہ میں کسی خرابی کا خوف رہے گا اور نہ کوئی اس پر طعن وتشنیع کرے گا۔ پھر رسول ﷺ نے فرمایا: ’’اور جو شخص

مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہوگیا اور اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ پر چراتا ہے اور ہر وقت اس کا امکان رہتا ہے کہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں گھس کر چرنے لگیں۔‘‘

آپ نے مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہونے والے کو ممنوعہ چراگاہ کے قریب عام جانور چرانے والے چرواہے کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح چرواہے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے جانوروں کو کسی دوسرے شخص کی ممنوعہ چراگاہ سے دور رکھ کر چرائے، تاکہ اس شخص کے جانور اس دوسرے آدمی کی چراگاہ میں نہ گھس جائیں اور اگر چرواہا اپنے جانوروں کو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ پر چرائے گا تو پھر اس بات کا ہر وقت اندیشہ رہے گا کہ اس کے جانور ممنوعہ چراگاہ میں گھس جائیں جس کے نتیجہ میں اسے مجرم قرار دے دیا جائے گا۔ اسی طرح انسان کو چاہیے کہ وہ مشتبہ چیزوں سے دور رہے، تاکہ حرام چیزوں میں مبتلا نہ ہوجائے۔ اور مشتبہ چیزوں سے دور رہنے کا حکم اسی بنا پر ہے، تاکہ آدمی حرام سے بچ پائے، اور شریعت کی اصطلاحات میں اس کو ’’سدِ ذرائع‘‘ سے تعبیر کرتے ہیں۔ امام قرطبی ؒ نے اس کی ایک مثال حدیث سے بیان فرمائی ہے۔ حدیث پاک میں ہے: ’’مِنَ الْکَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَیْهِ‘‘ ... ’’اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔‘‘ صحابہ ؓ نے یہ سن کر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ اپنے ماں باپ کو اگرچہ حقیقت میں خود گالی نہیں دیتے، مگر ان کو گالی دلوانے کا سبب ضرور بنتے ہیں اور وہ اس طرح کہ اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ اس حدیث کے ذریعہ معلوم ہوا کہ دوسروں کے والدین کو گالی دینا یہ ذریعہ اور سبب بنتا ہے اپنے والدین کو گالی دلوانے کا، لہٰذا دوسروں کے والدین کو سب وشتم کردینے سے بھی منع کردیا، تاکہ یہ ذریعہ اور سبب نہ بنے آدمی کے اپنے والدین کی بے حرمتی کا۔ اس کو سدِ ذریعہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح حدیث میں شبہات سے بچنے کا حکم دیا، تاکہ حرام میں پڑنے سے آدمی محفوظ ہوجائے۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ: یہ جان لو کہ ہر بادشاہ کا ایک ممنوعہ علاقہ ہوتا ہے، اس کی اپنی حدود ہوتی ہیں، جس میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی، اور جو داخل ہوجائے وہ مجرم سمجھا جاتا ہے، سزا کا مستحق بنتا ہے، اس کی گرفتاری عمل میں لائی جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ممنوعہ علاقہ اور حدود حرام چیزیں ہیں کہ جن میں مبتلا ہونا لوگوں کے لیے ممنوع قرار دے دیا گیا ہے، لہٰذا جو کوئی اس ممنوعہ علاقہ میں داخل ہوگا یعنی حرام چیزوں کا ارتکاب کرے گا وہ عذاب کا مستحق قرار دیا جائے گا اور پھر ان حرام چیزوں میں بھی بعض چیزیں تو ایسی ہیں جن کے مرتکب کی بخشش ہی نہیں ہوگی، جیسے: شرک، اور کچھ گناہ اور جرائم ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہیں کہ چاہے ان کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ بخشے چاہے نہ بخشے، البتہ سچے دل کے ساتھ توبہ استغفار سے ہر چیز بخشی جائے گی۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ایسی چیزوں کے قریب بھی نہ جائے جن کی وجہ سے حرام کا دروازہ اس کے لیے کھلتا ہو، یا جن کی وجہ سے وہ حرام میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رکھتا ہو۔ علماء لکھتے ہیں کہ جب بندہ اپنی معاشی، تمدنی اور سماجی زندگی کے تمام گوشوں میں ضرورت پر اکتفاء کرلیتا ہے، یعنی بقدرِ ضرورت ہی کمائی، نفع اور کھانا پینا ہو کہ جس سے اس کا وجود اور اس کی عزت باقی رہے تو ایسا شخص اپنے دین میں ہر خطرہ سے سلامت رہتا ہے اور جب انسان ضرورت کی حد سے گزرنے کی کوشش کرتا ہے تو مکروہات میں داخل ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ حرص وہوس حدِ مکروہات سے نکال کر محرمات کی مد میں داخل کر دیتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا اگلا قدم کفر میں پہنچ جاتا ہے۔ العیاذ باللہ!

حدیث مبارکہ کے آخر میں رسول کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: ’’اس بات کو بھی ملحوظ رکھو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ (ایمان اور اعمالِ خیر کی وجہ سے) درست رہتا ہے تو پورا جسم درست حالت میں رہتا ہے اور جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، یاد رکھو! گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے۔‘‘ علماء لکھتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ میں اخیر میں رسول اللہ ﷺ نے دل کا ذکر کیا ہے، اور حدیث کی ابتداء میں حلال وحرام اور مشتبہات کا ذکر ہے۔ اس ترتیب سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ دل کی صفائی اور پاکی کے لیے یہ لازم ہے کہ انسان حلال پر اکتفاء کرنے والا بنے۔ حرام سے بھی اور مشتبہ چیزوں سے بھی اپنے آپ کو دور رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حلال پر قناعت نصیب فرمائے اور حرام اور مشتبہ چیزوں سے ہمیں محفوظ فرمائے۔ ☆☆

کرپشن، خیانت اور لادینیت

پس پردہ حقائق

مولانا محمد زکریا نعمانی (دارالعلوم کراچی)

"مسلمانوں کے اجتماعی اور معاشرتی زندگی میں اب اسلام اپنا اثر ورسوخ کھو چکا ہے اور دوسرے شعبوں سے بھی اس کا اثر ونفوذ روز بروز کم ہورہا ہے حتی کہ اب اس کا اثر ونفوذ چند ایک مذہبی رسومات وتقریبات تک محدود ہوکر رہ گیا ہے اور یہ سب کچھ اس قدر ہوشیاری وحکمت عملی اور تدبیر سے تدریجی طور پر ہوا ہے کہ مسلمانوں کو اس کی کانوں کان تک خبر نہ ہوئی، اور اب معاملہ اس منزل یا مرحلہ تک پہنچ گیا ہے کہ جہاں سے واپسی تقریباً ناممکن ہے اور اگر اس سے واپسی کا کوئی امکان بھی ہوسکتا ہے تو اس کی یہ ممکنہ صورت ہے کہ عالم اسلام کے حکمران اور وہاں کے قائدین و مفکرین اور وہاں کے نوجوان ہماری اس تعلیمی پالیسی اور طرزِ عمل کو ناکام بنانے پر کمر ہمت باندھ لیں جس کا امکان فی الحال نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہمیں یہ بات اچھی طرح نوٹ کرلینی چاہئے کہ ہمیں اس حوالے سے عالم اسلام کے اندر جو بھی کامیابی حاصل ہوئی ہے یہ سب کی سب نتیجہ ہے ہماری اس تعلیمی پالیسی یا جدوجہد کا جو ہم نے عالم اسلام کے اندر لادینی نظامِ تعلیم اور لادینی تہذیب و ثقافت کو رواج دینے کے لئے جہد مُسلسل و پیہم برپا کررکھی ہے۔"

یہ الفاظ مشہور مستشرق آربی گب کے ہیں جس کو محقق مورخ جلال علام نے اپنی کتاب "الاتجاھات الوطنیہ" میں بیان کیا ہے۔

عالمی قوتوں کی سازشوں کا محور مسلمانوں کا دینی اقدار، ثقافت اور معاشی نظام ہے۔ اسی طرح کی ایک اور کارفرما سازش محقق علام نے بیان کی ہے:

"فرانس کی ایک ذمہ دار آفیسر نے ۱۹۵۲ میں یورپ والوں سے کہا تھا کہ وہ حقیقی خطرہ جو کہ ہم یورپ والوں کے سروں پر ایک ڈراؤنے خواب کی طرح منڈلا رہا ہے، جو خطرہ یورپ کے لئے براہ راست بھی ہے اور شدید نوعیت کا بھی وہ صرف اسلام کا خطرہ ہے، ہمیں چاہئے کہ ہم عالم اسلام کو ہر وہ چیز دیں جو وہ ہم سے طلب کرے لیکن ہم اس کے اندر صنعتی وفنی پیداواری صلاحیت اور ٹیکنیکل مہارت پیدا نہ ہونے دیں، بلکہ ہمیں ایسے اہتمامات و انتظامات کرنے چاہئیں کہ جن کے نتیجے میں عالم اسلام میں ٹیکنیکل اور صنعتی میدان میں کوئی کشش و جاذبیت پیدا نہ ہوسکے۔ اگر ہم یورپ والے اپنے اس پروگرام یا منصوبے کو نافذ نہ کرسکے اور ہم نے عالم اسلام کو صنعتی میدان میں محروم رکھنے کے منصوبے پر عمل درآمد کرانے کو اپنے ہاتھ سے ترک کردیا اور اس طرح یہ مقید جن اگر اپنی صنعتی، فنی اور ٹیکنیکل عاجزی و پسماندگی سے آزاد ہوگیا تو اس صورت میں پہلے عالم عربی کی اور پھر پورے عالم اسلامی کی پوشیدہ خوابیدہ طاقتیں بیدار ہوکر ہمارے لئے ایک ایسا خوفناک خطرہ بن جائیں گی کہ جو انجام کار پورے یورپ اور یورپی تہذیب وثقافت اور اس کے قائدانہ کردار اور سبھی کا خاتمہ کردے گا۔"

مسلم دنیا کے خلاف عالمی سازش کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے کس طرح دنیا مسلمانوں سے ان کا تشخص اور پہچان مٹانا چاہتی ہے، ان کی یہ خواہش بھی ہے کہ مسلمان ٹیکنالوجی کے میدان میں آگے نہ بڑھ سکیں اور ہمیشہ مغرب کے غلام رہیں، اور یہ لوگ ہمیشہ مال ودولت کے لالچ میں رہیں، ان کو نہ حکومت کرنے کا طریقہ آئے، نہ یہ اپنی معیشت کو ترقی دے سکیں، لالچ کا عنصر ان کے اندر اتنا ابھر دیا جائے کہ یہ لوگ ہمیشہ کرپشن اور بدعنوانی جیسے مہلک مرض میں مبتلا رہیں۔ اسی بنیاد پر مسلم امہ کی حکمرانی کا فیصلہ ہمیشہ مغرب کرتا ہے، ان کے منظور نظر وہ ہوتا ہے جو زیادہ کرپٹ، خائن اور بدعنوان ہو۔

اسلام نے حکمرانوں کے لئے دو بنیادی اوصاف مقرر کئے ہیں وہ علم اور حفاظت ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر کو خواب کی تعبیر بتانے کے بعد ان سے فرمائش کی اور فرمایا:

اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ (یوسف نے کہا مجھ کو مقرر کر ملک

کے خزانوں پر میں نگہبان ہوں خوب جاننے والا۔ سورۂ یوسف آیت نمبر ۵۵) کہ آپ مجھے زمین کے خزانے کا وزیر بنا دیجئے اور دلیل یہ دی کہ میں علیم اور حفیظ ہوں، مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ وزیر کے اندر حفیظ اور علیم جیسی بنیادی خوبیوں کا ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ وہ سرکاری خزانہ کی حفاظت کر سکے اور خزانے کو حکمت و تدبر کے ساتھ استعمال کر سکے اسی طرح وزیر یا حکمران کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی رعایا کے لئے ایسے اقدامات کرے جس سے انہیں فراوانی اور خوشحالی حاصل ہو، حکمران کو ایسے ذرائع کا علم ہو جن کو بروئے کار لاکر عوام کے فلاح و بہبود کو بہتر کیا جا سکے۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ شاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو فوراً وزارت کے منصب پر فائز نہیں کیا بلکہ ایک سال انتظار کیا، اس ایک سال میں حضرت یوسف علیہ السلام کے اندر کی تمام خوبیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کے بعد انہیں نہ صرف وزیر بنایا بلکہ شاہ مصر کے گزر جانے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ بھی بنے۔ لیکن افسوس ہمارے یہاں زور بازو پر اقتدار میں ہمیشہ وہی آیا ہے جس کے اندر نہ دیانت کی صفت ہوتی ہے نہ اسے قومی ترقی سے کوئی خاطر خواہ دلچسپی ہوتی ہے بس ایک معمول کی حکومت کا دائرہ ہے جس میں حکمران گھومتے رہتے ہیں اور اپنا وقت پورا کرتے ہیں۔

وطن عزیز کا ہر شعبہ کرپشن سے متاثر ہے، عوام کو اپنے چھوٹے چھوٹے کام کروانے کے لئے بھاری رشوت ادا کرنی پڑتی ہے، تعلیم کا شعبہ زبوں حالی کا شکار ہے، اطلاعات کے مطابق یونیورسٹی کے عملے کے لئے ایچ ای سی کے پاس تنخواہیں نہیں ہیں، سرکاری تعلیمی ادارے خستہ حالی کا شکار ہیں، تعلیم کا نظام تباہی کے دہانے پر ہے، یہاں بھی طلبہ کو داخلے کے لئے لاکھوں روپے رشوت ادا کرنے پڑتے ہیں، تب جا کر ان کو اچھی یونیورسٹی میں ایڈمیشن ملتا ہے۔

صحت کا شعبہ دگرگوں حالات میں ہے، سرکاری ہسپتالوں میں علاج کے لئے دھکے کھانے پڑتے ہیں، دوائیوں کا بروقت حصول مشکل ہو گیا ہے، میرٹ کے فقدان کی وجہ سے آئے روز ڈاکٹروں کی غفلت کی خبریں اخبارات اور ٹی وی چینلز کی زینت بنتی جا رہی ہیں۔

تھانے کچہریوں تک جانے سے لوگ ڈرتے ہیں اور جس کے پاس حکام بالا کے ساتھ اچھے مراسم نہ ہوں وہ پولیس اور عدلیہ کا دروازہ کھٹکھٹانے سے گھبراتا ہے۔ اگر عام آدمی یہاں تک چلا بھی جائے تو وہ قانون کے داؤ پیچ میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔

معاشی حالات تو انتہائی تشویشناک ہیں، ملکی ترقی کا دارومدار معیشت کی ترقی میں ہوتا ہے، معیشت کی مضبوطی درحقیقت ملک، عوام، سیاست، سفارت کی مضبوطی ہوتی ہے، لیکن بدقسمتی سے پچھلے چند سالوں سے ملکی معیشت ترقی کی بجائے تنزلی کی طرف جا رہی ہے، اور ہماری معیشت خطے میں موجود ممالک جیسے انڈیا، چائنا، ایران، بنگلہ دیش، سری لنکا یہاں تک کہ جنگ زدہ افغانستان سے بھی نیچے آ گئی ہے، ملک کا یہ معاشی بحران ناقابلِ قبول ہے، اور بہتری کے لئے ہنگامی اقدامات کی ضرورت ہے۔ ملک کے یہ حالات انتہائی سنگین ہیں، ملک اور معیشت تباہی کے دہانے پر ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف سازش میں مغرب کس قدر کامیاب ہے، مسلمانوں کو آگے بڑھنے کی بالکل فکر نہیں ہے، انہیں اپنے مستقبل کی کوئی خبر نہیں ہے، حب الوطنی کا فقدان پیدا کر دیا گیا ہے، لالچ، خود غرضی اور بے ایمانی و خیانت کو عام کر دیا گیا ہے، ملکی معاملات سے مذہب کو ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت الگ کر دیا گیا ہے، اگر مسلمان غیر مسلموں کی ان سازشوں سے آج واقف نہ ہوئے تو کل ان کے پاس پچھتانے کے لئے کچھ نہیں ہوگا، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام معاملات میں دین کا سہارا لیا جائے، مسلمان خلیفوں کو اپنا رول ماڈل بنایا جائے، سیاست کو گہرائیوں کے ساتھ اور دنیا کے بدلتے حالات کے ساتھ سمجھا جائے، ملک میں دینی فضا قائم کی جائے، بددیانتی اور خیانت کو ختم کرنے کے لئے مختلف سیمینار رکھے جائیں جن میں علماء کرام کے ذریعے کرپشن کے خلاف موثر آواز اٹھائی جائے، ملکی تاجروں کا اعتماد بحال کیا جائے، ان کے معاملات میں حائل رکاوٹیں دور کی جائیں، انہیں تجارت کے لئے سازگار ماحول فراہم کیا جائے، غیر ملکی سرمایہ کاروں کو پاکستان کی طرف متوجہ کیا جائے تاکہ وہ یہاں انڈسٹری قائم کر سکیں، ملکی اجناس جیسے کپاس اور چاول کی پیداوار میں اضافہ کیا جائے، نمک کی تجارت میں بہتری لائی جائے، ایسا بورڈ قائم کیا جائے تو دنیا کی بدلتی سیاسی اور معاشی حالات پر نظر رکھے اور اس کے مطابق ملک و ملت کے بہترین مفاد میں سفارشات مرتب کرے اور حکومت ان سفارشات پر عمل کروائے، ان اقدامات کے بعد امید ہے کہ ہماری سیاہ رات ختم ہو جائے ورنہ ہم اغیار کے ہاتھوں یونہی جیتے اور مرتے رہیں گے اور آخر تک اپنی آزادی کی حسرت کرتے رہیں گے۔ ☆☆☆

شہید ناموسِ رسالت

حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ

مختصر سوانح حیات، علمی وتدریسی اور صحافتی خدمات

مولانا سید محمد زین العابدین

حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ ۱۹۵۶ء میں جناب جام شوق محمد جلال پوریؒ کے گھر میں پیدا ہوئے، آپ کے والد؛ حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ اور مولانا حافظ محمد موسیٰ جلالپوریؒ کے خلیفہ مجاز اور مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے مرید تھے۔

حضرت مولانا جلال پوری شہیدؒ کی جائے پیدائش صوبہ پنجاب کے شہر تحصیل جلال پور پیروالہ ضلع ملتان ہے۔ ابتدائی تعلیم سے لے کر درسِ نظامی کے درجہ سابعہ تک تعلیم مختلف مدارس میں حاصل کی، جن میں مدرسہ انواریہ حبیب آباد طاہر والی، مدرسہ عربیہ احیاء العلوم ظاہر پیر، تحصیل خان پور اور دار العلوم کبیر والہ ضلع خانیوال شامل ہیں۔

دورۂ حدیث کے لئے آپ نے ۱۹۷۶ء میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں داخلہ لیا، یوں آپ نے ۲۲ سال کی چھوٹی سی عمر میں ۱۹۷۷ء میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی سے درسِ نظامی سے فراغت پائی اور زمانہ کے معروف محدثین سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

اساتذہ کرام:

آپ کے اساتذہ میں محدث العصر، قائد تحریک ختم نبوت حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ، حضرت مولانا فضل محمد سواتیؒ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکیؒ، حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہؒ، حضرت مولانا بدیع الزمانؒ، حضرت مولانا معاذ الرحمٰنؒ، حضرت مولانا غلام فرید اور مفسر قرآن حضرت مولانا منظور احمد نعمانی مدظلہ شامل ہیں۔

تدریسی خدمات:

فراغت کے کچھ عرصہ بعد تقریباً مئی ۱۹۸۰ء میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ سے تعلق قائم ہوا، تو حضرت کے ساتھ تصنیفی کاموں میں بطور معاون شریک کار ہوگئے، ایک سال تک درجہ ثانیہ میں جامعہ میں آپ قدوری پڑھاتے رہے۔ اسی دوران مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ نے جامعہ کی شاخ مدرسہ معارف العلوم، پاپوش نگر، کراچی میں آپ کو بحیثیت نگران وصدر مدرس بھیج دیا، کئی سال تک آپ جامعہ کی شاخ مدرسہ معارف العلوم پاپوش نگر کراچی میں خدمات انجام دیتے رہے، کچھ عرصہ بعد وہاں حالات ناموافق ہوئے، تو آپ نے شاخ جامعہ کی خدمات کو چھوڑ دیا اور جامعہ امینیہ للبنات میں مدرّس مقرر ہوگئے، کچھ عرصہ بعد آپ کو وہاں کا شیخ الحدیث بنا دیا گیا، اور تا دمِ آخر آپ بحیثیت شیخ الحدیث جامعہ امینیہ میں خدمات انجام دیتے رہے۔

ہم عصر علماء کرام:

آپ کے ہم درس علماء میں مفتی عبدالسمیع شہیدؒ، مفتی عتیق الرحمٰن شہیدؒ، مولانا محمد اسماعیل بلوچ، مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب، مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب، (برادرِ صغیر حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ)، مولانا قاری محمد طیب نقشبندیؒ، مفتی سعید احمد اوکاڑوی، مولانا سالک ربانی اور مولانا ارشاد احمد معروف ہیں۔

امامت وخطابت:

مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ؛ جامع مسجد شریفی جوڑیا بازار کراچی، جامع مسجد راہ گزر شاہ فیصل کالونی کراچی اور جامع مسجد رحمانی پاپوش نگر کراچی میں مختلف اوقات میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ جب کہ آپ جامع مسجد فلاح نصیر آباد اور جامع مسجد خاتم النبیین ابوالحسن اصفہانی روڈ وغیرہ میں بھی جمعہ پڑھاتے رہے، آخر میں آپ مستقل ۱۴ سال تا

شہادت جامع مسجد باب الرحمت شادمان ٹاؤن، نارتھ کراچی میں جمعہ کا بیان اور نماز جمعہ کی امامت فرماتے رہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعلق:

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں اگرچہ مولانا شہیدؒ وسطانی درجات کے طالب علم تھے، لیکن ظاہر پیر رحیم یار خان کے مدرسہ احیاء العلوم کے جن طلبہ کی وجہ سے علاقہ میں تحریکی فضا بنی اور ختم نبوت کے حوالہ سے اہل علاقہ کی ذہن سازی ہوئی، مولانا جلال پوریؒ ان طلبہ کی صف اوّل میں تھے، یوں زمانہ طالب علمی سے ہی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعلق قائم ہوا، یہاں تک کہ یہ رسمی تعلق باضابطہ تعلق میں بدل گیا، اور آپ کو مجلس شوریٰ کا رکن منتخب کرلیا گیا، اور ۲۰۰۴ء میں جب مولانا نذیر احمد تونسویؒ کی شہادت ہوئی تو مولانا جلال پوریؒ کراچی جماعت کے امیر قرار پائے، یوں چھ سالہ عرصہ کراچی جماعت نے آپ کی امارت میں گزارا۔ مولانا شہیدؒ نے امیر ہونے کا حق ادا کیا اور جماعت کی ہر موقع پر سرپرستی کی، اپنی تدریسی اور تحریری مصروفیات کے باوجود ختم نبوت کی کانفرنسوں میں شریک ہوتے، اپنے بیانات میں ختم نبوت کے حوالہ سے لوگوں کی ذہن سازی کرتے، ختم نبوت کے موضوع پر مختلف عنوانات کے تحت علمی اور ادبی تحریریں لکھتے، فتاویٰ تحریر فرماتے، کتابیں مرتب کرتے، الغرض! جماعت کے ساتھ جس طرح کا بھی تعاون ان کے بس میں تھا، کھلے دل سے کرتے۔

دارالافتاء ختم نبوت کے رئیس:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مرکز واقع نمائش میں لوگوں کے فقہی مسائل اور استفتاء پر ان کے جوابات اور فتاویٰ بھی جاری کئے جاتے ہیں، جب مولانا جلال پوریؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر بنے، تو دارالافتاء کے نگران بھی آپ ہی قرار پائے، آپ کی زیر نگرانی کام کرنے والے چند مفتی حضرات کی آپ سرپرستی فرماتے، لوگوں کے مسائل کے جوابات دیے جاتے، آپ ہی ان کی تصحیح فرماتے، حضرت لدھیانویؒ کے ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کی تخریج اور فقہی ابواب بندی شروع ہوئی، آپ ہی اس کے نگران تھے۔ ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کے دوسرے صفحہ پر آپ کا فقہی مسائل کا کالم شائع ہوتا، یہ بھی دارالافتاء ختم نبوت کے کام کی ایک کڑی تھی۔

ہفت روزہ ختم نبوت سے تعلق:

ہفت روزہ ختم نبوت؛ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان رسالہ ہے، مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ کے وقتاً فوقتاً اس رسالہ میں مضامین شائع ہوتے تھے، لیکن آپ کا اس رسالہ سے باضابطہ تعلق اُس وقت قائم ہوا جب ۲۰۰۴ء میں مفتی محمد جمیل خان رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ہوئی تو جماعت کے ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہٗ نے باقاعدہ خط لکھ کر آپ سے فرمایا کہ آپ ہفت روزہ کی ادارتی ذمہ داری سنبھال لیں، چنانچہ آپ نے بڑوں کے حکم پر ہفت روزہ کا اداریہ لکھنا شروع کیا، پھر ہر ہفتہ ختم نبوت کے ادارتی صفحات میں سلگتے ہوئے موضوعات پر آپ کا جان دار مضمون شائع ہوتا اور دلچسپی سے پڑھا جاتا، یہ خدمت بھی تاشہادت جاری رہی۔

ماہنامہ بینات سے تعلق:

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ مئی ۱۹۸۰ء میں آپ کا حضرت لدھیانویؒ سے تعلق قائم ہوگیا تھا اور آپ حضرتؒ کے تصنیفی کاموں میں ان کے معاون کی حیثیت سے شریک ہوگئے تھے، مولانا لدھیانوی شہیدؒ اُس دور میں ماہنامہ بینات کے مدیر تھے، اور ہر ماہ ان کا اداریہ پوری آب وتاب کے ساتھ بینات میں شائع ہوتا تھا، اور نہ صرف ملک بھر میں بلکہ بیرون ممالک میں بھی دلچسپی کے ساتھ پڑھا جاتا تھا، اللہ تعالیٰ ان کو لکھنے کی بڑی عمدہ صلاحیتوں سے نوازا تھا، یہیں پر مولانا سعید احمد جلال پوریؒ کا بھی بینات سے رشتہ قائم ہوگیا، اور آپ بینات میں بھی مولانا لدھیانوی شہیدؒ کے معاون قرار پائے، بینات کی ترتیب کے ساتھ ساتھ اس میں مختلف موضوعات پر مضامین بھی لکھتے رہے جو اپنی جگہ پر بڑے جان دار ہوتے تھے، مئی ۲۰۰۰ء تک مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ بینات کے مدیر رہے، حضرتؒ کی شہادت کے بعد مولانا جلال پوری شہیدؒ بینات کے مدیر قرار پائے، اور مسلسل دس سال تاشہادت اس ذمہ داری کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ نبھاتے رہے، اس دوران آپ نے دینی، علمی، تحقیقی، سیاسی، معاشرتی اور اصلاحی غرض ہر موضوع پر لکھا اور خوب لکھا، مختلف شخصیات کی وفیات پر تعزیتی شذرات لکھے، کتابوں پر تبصرے کیے، فقہی مضامین لکھے، یہ ساری تحریریں بڑی ٹھوس اور علمی وادبی ہوا کرتی تھیں اور ملک بھر میں بہت ہی دلچسپی کے ساتھ پڑھی جاتی تھیں، الحمد للہ یہ ساری تحریریں اپنے موضوع کے حساب سے کتابی شکل میں شائع ہوچکی ہیں اور امت کی رہنمائی کررہی ہیں۔

(جاری ہے)

قادیانیوں سے ترکِ موالات کی شرعی حیثیت

مولانا محمد خبیب، ٹوبہ ٹیک سنگھ

قرآن وسنت کی تعلیمات اور قطعیات سے یہ مسئلہ اظہر من الشمس ہے کہ نبی آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد تا صبح قیامت کوئی بھی نیا نبی یا رسول نہیں ہوگا۔۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے بھی متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ جھوٹے مدعی نبوت مرزا قادیانی کو ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری ہوا۔جس کی رو سے کوئی بھی قادیانی کسی بھی شعائر اسلام کو استعمال نہیں کرسکتا۔علاوہ ازیں تمام مکاتب فکر کے فتویٰ جات بھی ''فتاویٰ ختم نبوت'' نامی کتاب میں موجود ہیں۔

ذیل میں پیر محل ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک رہائشی نے صورت مسؤلہ کی ایک تحریر مرتب کر کے تین مکاتب فکر کے دارالافتاؤں سے جوابات چاہے، صورت مسؤلہ پر جو جوابات موصول ہوئے۔بالترتیب ملاحظہ فرمائیں:

۱......جواب بریلوی مکتب فکر، ۲......جواب دیوبند مکتب فکر، ۳......جواب اہل حدیث مکتب فکر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں پیر محل ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کا رہائشی اور پیر محل میں ایک جیولر ہوں۔ ہماری جیولرز یونین میں چار دکانیں قادیانیوں/مرزائیوں کی ہیں۔کافی عرصہ سے وہ لوگ قادیانیت کی تبلیغ بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔کئی واقعات سامنے ہیں۔چند باتیں شرعی نقطۂ نظر سے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔شرعی طور پر رہنمائی فرمادیں۔

۱......بحیثیت ایک مسلمان جیولر، قادیانی جیولر سے کسی طرح کا کوئی لین دین کرسکتا ہے یا نہیں؟

۲......قادیانی جیولروں کی کسی فوتگی کی وجہ سے اظہار ہمدردی میں مسلمان جیولرز اپنی دکانیں بند کریں گے یا نہیں؟

۳......قادیانی ہماری یونین کا حصہ بن سکتے ہیں یا نہیں یا پھر ان کو یونین سے نکالنا کیسا ہے؟

۴......یونین اگر مسلمان جیولروں کے کہنے پر قادیانیوں کو یونین سے نہ نکالیں تو اس صورت میں مسلمان جیولروں کو ایک الگ یونین جس میں قادیانی شامل نہ ہوں بنانے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

والسلام مع الاکرام!

محمد شمس پیر محل ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

قادیانی، مرزائی اپنے عقائد کفریہ رذیلہ کے سبب کافر ومرتد ہیں اور قادیانیت کا تعارف کروادینا زیادہ مناسب ہے تاکہ تفہیم جواب میں آسانی ہو۔ قادیانیت کیا ہے؟ قادیانیت محمد عربی ﷺ سے بغاوت کا نام ہے۔ قادیانیت سرکار دوعالم ﷺ کی ختم نبوت پر ڈاکہ زنی اور قذاقی کا نام ہے۔ قادیانیت یہودیت کا دوسرا نام ہے اور بقول علامہ اقبال قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے۔ قادیانیت جناب سید عالم ﷺ کی سچی اور سُچی نبوت کے مقابل مرزا قادیانی کی مکروہ انگریزی نبوت کا نام ہے۔ قادیانیوں کے دو فرقے ہیں۔ ان کی غالب اکثریت مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اور رسول مانتی ہے۔ دوسرا فرقہ مرزا قادیانی کو مجدد اور محدث مانتا ہے۔ اس کو لاہوری جماعت کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں فرقے جو مرزا قادیانی کو نبی اور رسول مانتے ہیں اور جو اسے مجدد یا مصلح یا مذہبی پیشوا مانتے ہیں، کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ مؤرخہ ۳۰ رجون ۱۹۷۴ء کو جو قرارداد پیش کی گئی اور جس کی وجہ سے پاکستانی آئین وقانون میں ان کو کافر قرار دیا گیا، اس کے متن میں بھی یہ بات شامل ہے کہ قادیانیوں کے یہ دونوں فرقے کافر خارج از اسلام ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان میں ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا۔ وہ لکھتا ہے کہ: ''جب اس کی عمر چالیس سال کی ہوگئی تو اس پر

زور شور سے مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ شروع ہوا۔“
(تریاق القلوب ص ۶۸، خزائن ج ۱۵ ص ۲۸۳)

بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور کے گاؤں قادیان کے رہنے والے اس کذاب نے یکدم ہی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ یہ بدبخت کبھی عالم کے روپ میں سامنے آیا۔ کبھی ایک سازش کے تحت عیسائیوں سے مناظرے کر کے ایک مناظر کی شکل میں ظاہر ہوا۔ کبھی اپنی تعلیمات کے اشتہارات شائع کر کے سستی شہرت حاصل کرتا رہا۔ کبھی اپنے آپ کو مجدد کہا۔ کبھی مامور من اللہ بنا۔ کبھی ملہم بنا۔ کبھی خود کو محدث کہا۔ کبھی مسیح موعود ہونے کا اعلان کیا۔ کبھی ظلی و بروزی نبی بنا۔ کبھی ظلی طور پر محمد رسول اللہ بنا اور آخر میں ۱۹۰۱ء میں تمام حدود پھلانگتے ہوئے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان کر دیا۔ مرزا قادیانی اور اس کی امت خبیثہ کے عقائد باطلہ ملاحظہ فرمائیں کہ ان خبیثوں نے کس طرح شعائر اور اصطلاحات اسلامی کو مسخ کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے۔ ان قزاقوں کے، اللہ تعالیٰ، حضور نبی کریم ﷺ، انبیاء کرام علیہم السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، قرآن وسنت اور مسلمانوں کے بارے میں عقائد خبیثہ ملاحظہ ہوں۔

خدا تعالیٰ کی توہین:

☆......”وہ خدا جو ہمارا خدا ہے، ایک کھا جانے والی آگ (نعوذ باللہ) ہے۔“
(سراج منیر ص ۶۲، خزائن ج ۱۲ ص ۶۴)

☆......”میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں۔ میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں۔“
(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴، خزائن ج ۵، ص ۵۶۴/ کتاب البریہ ص ۷۸، خزائن ج ۱۳ ص ۱۰۳)

حضور نبی کریم ﷺ کی توہین:

☆......”نبی ﷺ سے دین کی اشاعت مکمل نہ ہو سکی، میں نے پوری کی ہے۔“
(حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۰۱، خزائن ج ۱۷ ص ۲۶۳)

☆......مرزا قادیانی اپنے بارے میں کہتا ہے: ”میں بار بار بتا چکا ہوں میں بموجب آیت: **و آخرین منھم لما یلحقوا بھم** بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں جو خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت کا ہی وجود قرار دیا ہے۔“
(ایک غلطی کا ازالہ ص ۵، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۲)

انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین:

☆......”میں خود اس بات کا قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس نے کبھی اجتہادی غلطی نہیں کی۔“
(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۵، خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۳)

☆......”زندہ ہوا ہر نبی میری آمد سے تمام رسول میرے کرتہ میں چھپے ہوئے ہیں۔“
(نزول المسیح ص ۱۰۰، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۸)

☆......”خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح علیہ السلام کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔“
(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۷، خزائن، ج ۲۲ ص ۵۷۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین:

مسیح کا چال چلن کیا تھا؟ ایک کھاؤ پیو، نہ زاہد نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۳ ص ۲۱ تا ۲۴)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین:

☆......”ابوبکرؓ و عمرؓ کیا تھے؟ وہ تو حضرت غلام احمد کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے بھی لائق نہ تھے۔“ (ماہنامہ المہدی بابت جنوری، فروری ۱۹۱۵ء، ۳/۲ ص ۵۷، احمدیہ انجمن اشاعت لاہور)

☆......”پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو۔ اب نئی خلافت لو، ایک زندہ علی تم میں موجود ہے۔ تم اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی (رضی اللہ عنہ) کو تلاش کرتے ہو۔“ (ملفوظات احمدیہ، ج ۱، ص ۳۱)

☆......اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان ؒ لکھتے ہیں: ”علمائے حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا کہ: ”**من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر**“ جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“
(فتاویٰ رضویہ، ج ۱۴، ص ۳۲۱)

۱......قادیانیوں کے ساتھ لین دین کرنا جائز نہیں بلکہ ہر طرح کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔

۲......اگر کوئی قادیانی مرجائے تو ان کے ساتھ تعزیت یا اظہار ہمدردی حرام ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

”وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔“ (سورۃ الانعام: ۶۸)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔“

حدیث مبارکہ ہے: ”**ولا تؤاکلوا ھم ولا تشاربوا ھم ولا تناکحوھم**“ اور نہ ان کے ساتھ کھاؤ اور نہ پیو اور نہ ان سے نکاح کرو۔

(الضعفاء الکبیر ج ا ص ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۳۷۸)

قرآن پاک میں اللہ کا ارشاد ہے:

”وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ۔“

(سورۂ توبہ:۸۴)

ترجمہ: ”اور آپ ان میں سے کسی کی میت پر نماز نہ پڑھیں اور نہ (کبھی) ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں۔“

حضور ﷺ نے بدمذہبوں کے بارے فرمایا: ”ان مرضوا فلا تعودھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموا ھم فلا تسلموا علیھم“ ”اگر بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ (فاتحہ خوانی) نہ پڑھو اور اگر تمہیں ملیں تو ان کو سلام نہ کرو۔ (ابن ماجہ،ص۱۰)

۳/۴...... قادیانیوں کو مسلمان یونین کا حصہ بنانا یا کسی مسلمان کا قادیانی یونین کا حصہ بننا دونوں چیزیں ناجائز ہیں اگر انہیں مسلمانوں کی یونین سے نہ نکالا جائے تو مسلمانوں کو الگ سے اپنی یونین بنانا لازم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ: (مفتی) سید علی زین العابدین کرمانی غفرلہ

دارالافتاء جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

۲۶ ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ، بمطابق ۲۸ اگست ۲۰۱۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب باسم ملھم الصواب

واضح رہے کہ قادیانی لوگ اجماع امت سے کافر ہیں۔ مگر چونکہ وہ لوگ اپنے کفریہ عقائد میں باطل تاویلات کر کے انہیں اسلامی عقائد قرار دیتے ہوئے خود کو مسلمان کہلوانے پر اصرار کرتے ہیں۔ اس لئے شرعاً وہ زندیق قرار پاتے ہیں اور زندیق شریعت کی نظر میں عام کافروں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ اس لئے زندیق سے ہر قسم کے تعلقات رکھنے کو منع کیا گیا ہے۔

لہٰذا قادیانیوں سے ہر قسم کے کاروباری ودوستانہ معاملات وتعلقات سے بچنا لازم ہے۔ ان سے لین دین کرنا، فوتگی کی وجہ سے دکانیں بند کرنا، ان کو یونین کا حصہ بنانا جائز نہیں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب!

عبیداللہ مجددی عفی عنہ

دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

مؤرخہ ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۴۰ھ / ۲۸ اگست ۲۰۱۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب وھو الموفق للصواب۔ فاقول وباللہ التوفیق!

۱...... نہیں،

۲...... نہیں،

۳...... مسلمان کی یونین کا حصہ نہیں بن سکتے،

۴...... حق ہے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب!

جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن

ضلع فیصل آباد، ۲۶ اگست ۲۰۱۹ء

☆☆..........☆☆

قادیانی آئین کو نہ مان کر کھلم کھلا آئین کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

لاہور.... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مبلغ ختم نبوت لاہور مولانا عبدالنعیم نے اقرا روضۃ الاطفال پاکستان منٹ میں تربیتی نشست سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت وحدت امت کی بنیادی علامت ہے، قوم جب بھی اکٹھی ہوئی تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت پر اکٹھی ہوئی ہمارے اکابرین نے اس کے لئے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں اور جھوٹی نبوت کو نہیں پنپنے دیا۔ سب سے پہلا اجماع عقیدہ ختم نبوت پر ہوا۔ قادیانی لابی مسلسل عالمی سطح پر اپنی مصنوعی مظلومیت کا واویلا کر کے اسلام اور پاکستان کے وجود کو بدنام کر رہی ہے، بہت ساری قربانیوں اور صبر آزما جدوجہد کے بعد قادیانیوں کو کافر قرار دیا گیا تھا، اپنے اکابرین کی جدوجہد کو رائیگاں نہیں جانے دیں گے۔ مولانا شجاع آبادی نے کہا کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے جو کلمہ طیبہ کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا اور اس کا سرکاری مذہب اسلام ہے اور قرارداد مقاصد اس کے آئین کا حصہ ہے۔ اسلام اور آئین پاکستان نے جو اقلیتوں کو حقوق دیئے ہیں وہ پاکستان میں انہیں مکمل طور پر حاصل ہیں، لیکن قادیانی آئین پاکستان کو ماننے سے انکاری ہیں۔ قادیانی آئین کو نہ مان کر کھلم کھلا آئین کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں، حکومت قادیانیوں کو آئین اور قانون کا پابند بنائے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کے دونوں گروہ (قادیانی اور لاہوری) کو ان کے کفریہ عقائد کی وجہ سے 1974 میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا، لیکن آج تک قادیانیوں نے پارلیمنٹ کا فیصلہ تسلیم نہیں کیا۔ موجودہ حکمران قادیانیت نوازی میں سابقہ حکومتوں سے سبقت لے گئے ہیں، انہوں نے کہا کہ قانون تحفظ ناموس رسالت قوانین میں ترمیم کرنے کی اگر کوئی جسارت کی گئی تو موجودہ حکمرانوں کا انجام بھی وہی ہوگا جو سابقہ حکمرانوں کا ہو رہا ہے۔ اس موقع پر قاری محمد عابد سردار، مولانا طارق اللہ ودیگر علماء اور قراء حضرات موجود تھے۔

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی عقیدہ!

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا تحریری بیان

قسط:۲۳

دوسری بات:

جو بعض ذمہ دار آدمیوں کی طرف سے کہی جاتی رہی یہ ہے ختم نبوت مسلمانوں کا جزو دین وایمان ہے۔ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ لیکن احرار اس کو اپنے وقار کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اگر وہ اپنے وقار کے لئے ایسا کرتے ہیں تو آپ لوگوں نے اسلام اور پاکستانی مفاد کے لئے کون سا ذریعہ اس عقیدہ سے برگشتہ کرنے کے خلاف اختیار کیا۔ اس کا جواب سوائے نفی کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ بعض آدمی ان میں سے مثلاً چیف سیکرٹری صاحب تو الٹا فرماتے ہیں کہ قادیانیوں کے خلاف کچھ کہنا، مذہبی تفریق پیدا کرنا سماج دشمنی ہے۔ لیجئے! اب قادیانیوں کو کافر کہنا بھی جرم ہے۔

ان حضرات کا مجلس احرار کے کارکنوں کی نیت پر حملہ کرنا ایسا ہی غلط ہے، جیسے یہ کہنا غلط ہے کہ یہ لوگ احرار کے بارہ میں ایسا کہہ کر چوہدری ظفر اللہ خان کے ذریعہ ترقی چاہتے ہیں یا اپنے کسی عزیز کو کہیں سفیر لگانا چاہتے ہیں یا یہ حضرات اس سے ڈر کر ایسا کہتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ احرار مرزائیوں کے خلاف انگریزوں کے زمانہ سے تبلیغ کرتے رہے ہیں اور وقار حاصل کرنے کی بجائے عمریں جیلوں میں گزار دیں۔ بخلاف ان نیک حضرات کے کہ یہ اس وقت بھی انگریزی مفاد کی خاطر احرار کو جیلوں میں ٹھونستے رہے اور آج بھی اس پرانی عادت سے مجبور ہوکر یہی کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ غیر کی حکومت اور اپنی حکومت میں فرق ہونا چاہئے۔ اس وقت جبر کی حکومت تھی۔ آج عوام کی حکومت ہے۔ اگر حکومت کے عمّال حکومت بنانے والے عوام کے ساتھ غلط اور بے ضرورت متشددانہ سلوک کریں گے تو یہ حکومت کی ہر دلعزیزی کو تباہ کرنے، سنگین جرم کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے۔

تحریک کے سلسلہ میں احرار پر الزام

سب سے بڑی بات تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں احرار کے خلاف یہ کہی جاتی ہے کہ تحریک کے لیڈر یہ تھے اور یہ کہ ان کا رویہ ۱۹۵۰ء سے ہی قابل اعتراض تھا اور یہ کہ اگر یہ جماعت خلاف قانون کر دی جاتی تو موجودہ فسادات نہ ہوتے۔

بات کا جواب:

پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ اوّل تحریک کے لیڈر احرار نہ تھے۔ احرار نے جولائی ۱۹۵۲ء میں بقاء امن کے سلسلہ میں اپنے تعاون کا یقین دلا دیا تھا اور انہوں نے اس کے بعد کوئی امن شکن سرگرمی نہیں کی۔ ۱۳؍جولائی ۱۹۵۲ء کے دن سے مرزائیت کے سلسلہ میں ۹،۱۰ حصہ کام مجلس عمل نے کیا۔ آل مسلم پارٹیز کنونشن ۱۳؍جولائی ۱۹۵۲ء کے جامعیت سے انکار کرنا سراسر ظلم ہوگا۔ جس میں سات سو کے قریب پیران عظام، علماء کرام اور تمام اسلامی جماعتوں کے نمائندے شامل تھے۔ جنہوں نے متفقہ طور پر مطالبات کی تائید کی اور اعلیٰ حکام تسلیم کرتے ہیں کہ کنونشن کے بعد علماء تحریک کے ساتھ کام کرنے والے سمجھے گئے اور وزیر اعظم بھی علماء اور دوسری جماعتوں کی نمائندگی سوائے سید مظفر علی شمسی کے تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ یہ معلوم کر لیتے کہ کنونشن میں علامہ کفایت حسین اور دوسرے بڑے بڑے شیعہ نواب بھی شریک تھے تو وہ ایسا ہرگز نہ فرماتے۔ بہرحال کنونشن کے بعد تحریک کی راہنمائی مجلس عمل نے کی۔ جس کی شاخیں تمام ملک میں قائم ہوگئیں۔ مجلس احرار اسلام اس میں ۲؍۲۱ تھی۔ یعنی جہاں ۱۹ ممبر اور تھے۔ وہاں صرف دو ممبر مجلس احرار کے تھے۔ مجلس عمل کی تشکیل کے دوران اس کی شاخوں اور اس کے ساتھ تمام پارٹیوں کے تعاون سے انکار کرنا حقیقت کا انکار کرنا ہے۔

دوسرے یہ کہ تحریک کی راہنمائی کوئی مجرمانہ فعل نہ تھا۔ جیسے پہلے عرض کیا جاچکا ہے۔ مطالبات خلاف قانون یا غیر آئینی نہ تھے۔ مطالبات کے حق میں فضا پیدا کرنا اور زیادہ سے

زیادہ تائید حاصل کرنا آج کل کی جمہوری دنیا کا عام رواج ہے۔ یہ بھی خلاف قانون فعل نہیں ہے۔ پھر چھ ماہ تک اپنی حکومت کی کوٹھیوں کا طواف کرتے رہنا اور درخواست پر درخواست یہ بھی خلاف قانون امر نہیں اور عامۃ المسلمین کے ایسے اہم اور مذہبی مطالبات سے اتنی بے رخی دیکھ کر نہ ان پر سنٹرل اسمبلی میں بحث ہو، نہ آل پاکستان مسلم لیگ کی جنرل کونسل میں اور نہ ہی دستور ساز اسمبلی میں پیش ہو۔ مجلس عمل کا ایک ماہ کا میعادی نوٹس راست اقدام کا دینا جس کی تفصیل سے صوبائی اور مرکزی حکومت واقف تھی، کوئی گردن زدنی جرم نہیں۔ زیادہ سے زیادہ راست اقدام کی جو صورت انہوں نے تجویز کی تھی اور جس پر وہ عمل کرنا چاہتے تھے۔ اس کے وہ ذمہ دار تھے۔ لیکن حکومت نے اس پروگرام پر ان کو عمل کرنے نہ دیا۔ دوسرے نمبر پر وہ جہاں چاہتی گرفتار کر لیتی۔ یہ بھی پروگرام کا حصہ تھا کہ جہاں حکومت رکاوٹ ڈالے، وہیں گرفتاریاں دو۔ لیکن حکومت نے گرفتاریوں کی جگہ دفعہ ۱۴۴ لاٹھی چارج، فائرنگ وغیرہ کا طرز اختیار کیا۔ جس میں دو لائنیں ہو گئیں۔ مجلس عمل کے لوگ گرفتار ہونے آتے اور گرفتار ہوتے اور عوام حکومت کے طرز عمل سے پریشان ہو کر اور کچھ مرزائیوں کی حرکات سے متاثر ہو کر اپنی من مانی باتیں کرنے لگے۔ جن میں غیر ذمہ دار لوگ یا خود مرزائی افراد ہو سکتے ہیں جن مرزائیوں کا یہی مقصد ہونا چاہئے کہ کسی طرح حکومت اور مسلمانوں میں تصادم ہوتا کہ تحریک ختم نبوت کو خوب کچلا جا سکے۔ بہرحال یہ حالات افسروں کے طرز عمل کا براہ راست نتیجہ ہیں۔ سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس اور میاں انور علی آئی۔جی کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایس۔ایس۔پی نے اس وقت بھی کہا تھا کہ پبلک حکومت کے طرز عمل کو جارحانہ یا غیر ہمدردانہ سمجھتی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ میاں انور علی آئی۔جی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ احرار کارکن تحریک شروع ہونے سے پہلے ہی گرفتار کر لئے گئے تھے۔ ایسی شکل میں فسادات کی یا مابعد کے واقعات کی ذمہ داری ان پر کیسے عائد ہو سکتی ہے۔ جب کہ گرفتاری سے پہلے انہوں نے کوئی ایسا پروگرام نہ بنایا ہو بلکہ صرف مجلس عمل کی ماتحتی میں مجلس عمل کے پروگرام پر چلنا ہی اس کا پروگرام تھا۔

دوسری بات کا جواب کہ احرار کا رویہ ۱۹۵۰ء سے ہی قابل اعتراض تھا۔ جہاں انور علی صاحب آئی۔جی نے بڑا زور دیا ہے کہ میں نے ۱۹۵۰ء میں بھی تحریک کی تھی کہ احرار کو خلاف قانون جماعت قرار دے دیا جائے۔ میری نہ مانی گئی اور پھر ۱۹۵۲ء میں بھی میں نے یہ تحریک کی۔ لیکن دال نہ گلی اور اسی طرح احرار کے خلاف الزامات کی بڑی فہرست تیار کی گئی اور مختلف اوقات میں ان کے خلاف کارروائی کرنے کی سفارش بھی کی گئی۔

معزز عدالت! اگرچہ ان باتوں کا موجودہ فسادات سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ صرف احرار کے بارہ میں اپنے دلی جذبات کا اظہار اور بخار اس کا اخراج ہے اور جس کا زیادہ سے زیادہ مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ کسی وقت میں احرار مرزائیوں کو اتنا تنگ کر دیں گے کہ مرزائیت کے راستہ میں ناقابل عبور مشکلات حائل ہو جائیں گی۔ خیال فرمائیں کہ نفس مسئلہ پر قطعاً خیال نہیں کہ آخر یہ جماعت جو کہہ کر رہی ہے اس کے اندر حقیقت کتنی ہے۔ مرزائی عقائد مرزائی سرکاری ملازمین کا طرز عمل مرزائی ارادے اور منصوبے کیا ہیں؟ اور جو الزامات احرار عائد کرتے ہیں۔ ان کی کیا حقیقت ہے؟ ان کو صرف ایک بات کھٹکتی تھی کہ کسی وقت ان کی تحریک بڑھ جائے گی تو آپ کے سر میں کیوں درد ہو۔ ہر جماعت کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مقاصد کی اشاعت کرے۔ عوام کو ہمنوا بنائے اور آپ کو بالمقابل مرزائی لٹریچر بھی دیکھنا تھا کہ آیا وہ بھی قابل برداشت ہے؟

بہرحال اگرچہ ان پرانے ارمانوں اور خواہشوں کا جن کی تکمیل اب انہوں نے کر لی ہے۔ موجودہ حالات فسادات سے کوئی تعلق نہیں۔ تاہم ہم واقعات کا تاریخ وار تجزیہ کر کے ان کی استدلالی بے بسی بتاتے ہیں۔

۱......۱۹۴۹ء میں پنجاب میں جب کہ نواب ممدوٹ کی وزارت تھی۔ احرار نے آل پاکستان دفاع کانفرنس منعقد کی۔ اس وقت وہ اے۔آر۔پی اور دوسری دفاعی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ (میاں انور علی صاحب اس کو تسلیم کرتے ہیں)

۲......۱۹۵۰ء احرار اسلام کو قائد ملت خان لیاقت علی خان مرحوم کا اعتماد حاصل تھا۔ (میاں انور علی صاحب آئی۔جی) اور جنرل الیکشن میں احرار مسلم لیگ اور حکومت کا ساتھ دے رہے ہیں۔ (سب کا مسلمہ بیان)

۳......۱۹۵۰ء میں میاں انور علی صاحب کی تجویز قابل غور نہیں سمجھی گئی۔

۴......۱۹۵۱ء میں میاں انور علی کے پاس

احرار کے خلاف کوئی مواد نہ تھا۔ اس لئے اس سال وہ ان کے خلاف کوئی رپورٹ نہیں کر سکے۔ (گویا ایک سال تک پورے ۱۲ مہینے سینکڑوں احرار کارکنوں کی عادت یکدم بدل گئی) بیان میاں انور علی۔

۵......۱۹۵۲ء میں میاں انور علی صاحب پھر احرار راہنماؤں اور خاص کر حضرت شاہ صاحب کے خلاف رپورٹ اور کارروائی کرنے کی تحریک کرتے ہیں۔ لیکن ہوم سیکرٹری میاں انور علی اور وزیر اعلیٰ کی کانفرنس میں فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ کارروائی صرف اس وقت کی جائے جب کوئی تقریر قانون کے خلاف ہو۔

(بیان میاں انور علی)

گویا رپورٹ میاں انور علی صاحب کے جذبات کا نتیجہ تھی۔ ان کو احرار لیڈروں کا لب ولہجہ پسند نہ تھا۔ ورنہ اس وقت بھی یعنی ۱۹۵۲ء میں بھی کوئی تقریر خلاف قانون نہ ہوئی۔ پھر دوسری جماعتوں کی شرکت سے اعتدال کی بھی امید تھی۔

۶......جناب غیاث الدین صاحب سابق ہوم سیکرٹری فرماتے ہیں کہ احرار کے خلاف مبینہ الزامات کی وجہ سے مقدمہ اس لئے نہیں چلایا گیا کہ کوئی اطمینان بخش عدالتی ثبوت موجود نہ تھا۔ جناب غور فرمائیں کہ عام طور پر مقدمات چلانے کے لئے یہ کافی سمجھا جاتا ہے کہ پولیس رپورٹر نے ڈائری لکھی ہو۔ اس پر چند معززین کے تصدیقی دستخط ہوں۔ ہاں! اگر سرکاری وکیل یا ایڈووکیٹ جنرل ہی رائے دے دے کہ مقدمہ میں جان نہیں ہے تو اور بات ہے۔ بہرحال اطمینان بخش ثبوت کا نہ ہونا خود بخود بتاتا ہے کہ احرار کے خلاف ایسی فہرستیں مرتب کرتے وقت زیادہ ذمہ داری سے کام نہیں لیا جاتا تھا۔ بس ایک پرانا ذہن تھا کہ مرزائیوں کے خلاف کیوں ہو رہا ہے۔ ہمارے معزز حکام کو خالص انگریزی زمانہ کی عینک سے نہ دیکھنا چاہئے تھا کہ ملک معظم کی رعایا میں منافرت پھیلائی جارہی ہے۔ ان کو غور کرنا چاہئے تھا کہ ایک نیا مذہب، پرانے مذہب پر حملہ آور ہے اور طرح طرح کے اشتعال انگیز لٹریچر اور قابل اعتراض طریقوں سے تبلیغ کرتا ہے۔ جو دراصل تبلیغ نہیں بلکہ اضلال واغواء سے تعبیر کے لائق ہے۔ آخر دوسرے مسلمانوں کو جو کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔ کیوں اپنے ناواقف بھائیوں کو کافر ہونے سے بچانے اور ان کو مرزائی لٹریچر سے آگاہ کرنے کا حق نہیں اور پھر یہ کہ اس مسئلہ کا آخر کار حکومت کو حل سوچنا پڑے گا۔ آخر انگریزی زمانہ کے قانون کے خلاف الیکشنوں میں ہر بالغ کو رائے دہندگی کا حق تسلیم کیا گیا تو قرارداد مقاصد کے بعد تو کم از کم مسلمانوں کا طریقہ غور وخوض بدلنا چاہئے تھا۔ مگر افسوس کہ ایسا نہیں کیا اور افسروں کی اس ٹولی کی تجاویز کو اسی لئے حکومت نے قابل عمل نہیں سمجھا کہ وہ حالات کے خلاف تھیں۔

۷......معزز عدالت! مبینہ الزامات پر تین دور گزرے، ممدوٹ وزارت کا دور، گورنری دور، مشیروں کی حکومت اور آخر میں دولتانہ وزارت، تینوں وقت کی حکومتوں نے مجلس احرار کے خلاف ایسا کرنے کی تجویز کو غلط سمجھا۔

۸......ملک کے طول وعرض میں کہیں کوئی واقعہ ہوا۔ بعض افسروں نے وہ احرار کی طرف ہی منسوب کرنا مناسب سمجھا۔ حالانکہ ایسا کرنا عدل وانصاف کے تقاضوں کے خلاف تھا۔

مثلاً کوئٹہ کے ایک مرزائی ڈاکٹر کا قتل، جو ایسے جلسہ کے وقت ہوا جب کہ وہاں ایک اہل حدیث عالم تقریر کررہے تھے اور ڈاکٹر مذکور نے وہیں اشتعال انگیز لب ولہجہ میں اعتراض کیا۔ اس وقت تک کوئٹہ میں مجلس احرار کا نام تک نہیں تھا اور نہ آج وہاں جماعت موجود ہے۔ دوسرا واقعہ اوکاڑہ کے مرزائی کا ہے۔ حالانکہ گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر نے اسی عدالت میں یہ اقرار کیا کہ مرزائی ڈپٹی کمشنر اپنی تبلیغ جاری رکھے ہوئے تھا۔ جس کا نتیجہ ایک آدمی کا قتل ہوا۔ (مسلمان دیہات میں وہ تبلیغ کیا کرتا اور علی الاعلان کفر کی دعوت دیتا تھا) راولپنڈی کا ایک قتل پیش کیا جاتا ہے۔ جس کے بارہ میں خود میاں انور علی صاحب آئی۔جی تسلیم کرتے ہیں کہ قتل کی فوری وجہ کچھ اور تھی اور حقیقت یہ ہے کہ قتل کی زیادہ تر واردات فوری اشتعال ہی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

مگر ہمارے بعض حضرات کو ہر واقعہ کے ساتھ جو احرار سے متعلق نہ ہو لیکن جوڑتے رہنے میں مزہ آتا ہے۔ مثلاً ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ لیکن احرار کی نسبت خراب ہے یا احرار نے انقلاب میں مسلمانوں کی حفاظت کی۔ لیکن خود بھی محفوظ نہ تھے یا احرار نے دفاع کانفرنسیں کشمیر کے لئے کام کیا۔ لیکن عوام ان کو مشکوک سمجھتے رہے۔ احرار پاکستان کی وفاداری کا دم بھرتے تھے۔ لیکن ان پر شبہ کیا جاتا تھا۔

(جاری ہے)

قادیانی مسئلہ اور مسلمانوں کی ذمہ داری

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مرکزی جامع مسجد، برمنگھم، برطانیہ میں ۱۶/اگست ۱۹۹۲ء کو منعقد ہونے والی
سالانہ عالمی ختم نبوت کانفرنس سے مولانا زاہد الراشدی کے خطاب کی تحریری شکل

گزشتہ سے پیوستہ

روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۵/ اپریل ۱۹۸۷ء کے مطابق مسٹر دراب پٹیل نے کہا کہ کمیشن کو بہت سے ایسے قوانین منسوخ کرانے کی کوشش بھی کرنا ہوگی جو یکطرفہ ہیں اور جن سے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا راستہ کھلتا ہے۔ اس سلسلہ میں حدود آرڈی نینس، قانون شہادت، غیر مسلموں کو مسلمانوں کی شہادت پر سزا دینے کا مسئلہ، قادیانیوں اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والا قانون، جداگانہ انتخابات کا قانون، سیاسی جماعتوں کا قانون، یہ سارے قوانین ختم کرنا ہوں گے، یہ قوانین انسانی حقوق کے منافی ہیں۔

روزنامہ نوائے وقت نے ۲۷/ اپریل ۱۹۸۷ء کی اشاعت میں بیگم عاصمہ جہانگیر کے حوالہ سے کمیشن کے جنرل اجلاس میں کئے جانے والے مطالبات بھی شائع کئے ہیں جن کے مطابق تعزیرات اور حدود آرڈی نینس کی بعض سزاؤں کو ظالمانہ اور غیر انسانی قرار دیا گیا ہے اور مطالبہ کیا گیا ہے کہ سنگسار کرنے، پھانسی پر لٹکانے اور موت کی سزا کو فی الفور ختم کیا جائے، نیز کوڑے لگانے، ہاتھ کاٹنے اور قید تنہائی کی سزائیں بھی ختم کر دی جائیں۔ جنرل اجلاس میں منظور کردہ ڈیکلیریشن میں تمام مذہبی اقلیتوں کی تائید کی گئی ہے اور اس ضرورت پر زور دیا گیا ہے کہ حکومت کسی بھی شخص کے خلاف بالواسطہ یا بلاواسطہ مذہب یا فرقے کی بنیاد پر کوئی کارروائی نہ کرے۔

حضرات محترم! اب تو آپ اچھی طرح سمجھ چکے ہوں گے کہ انسانی حقوق سے ان کی مراد کیا ہے اور ہیومن رائٹس کی خلاف ورزی کو روکنے کے عنوان سے مغربی ممالک اور لابیاں ہم سے کیا

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

تقاضا کر رہی ہیں؟ امریکہ ہم سے یہ ضمانت چاہتا ہے کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہیں ہوگی، اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہم اسلامی قوانین نافذ نہیں کریں گے، قرآن کریم کے احکام نافذ نہیں کریں گے۔ ابھی حال ہی میں پاکستان کی پارلیمنٹ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر موت کی سزا کا قانون منظور کیا ہے جس پر ایک محترمہ نے کہا ہے کہ یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ معاذ اللہ توہین رسالت کو بھی انسانی حقوق میں شامل کیا جا رہا ہے اور یہ حق مانگا جا رہا ہے کہ کوئی بدبخت توہین رسالت کا ارتکاب کرنا چاہے تو اسے اس کا حق حاصل ہو اور قانون کو حرکت میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہے ان لوگوں کا انسانی حقوق کا تصور اور یہ اسی قسم کے انسانی حقوق کی خلاف ورزی سے ہمیں روکنا چاہتے ہیں۔

ہمارے ساتھ اس وقت کانفرنس کے اسٹیج پر پنجاب کے اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل جناب نذیر احمد غازی بھی تشریف فرما ہیں، ان سے معذرت کے ساتھ میں ایک ”ریڈ لائن“ کراس کرنے لگا ہوں کہ ہم پر ”انسانی حقوق“ کا کیسا تصور تھوپا جا رہا ہے۔ گزشتہ سال چکوال میں اغوا اور قتل کی ایک واردات ہوئی، خصوصی عدالت میں مقدمہ چلا، عدالت نے قاتل کو موت کی سزا سنائی اور یہ فیصلہ دیا کہ پھانسی بر سر عام لوگوں کے سامنے دی جائے۔ اسلام کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ سزا سر عام دی جائے تا کہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ ”ولیشهد عذابهما طائفة من المؤمنین“ (النور:۲) مجرموں کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود ہے۔ یہ اسلامی قانون کا تقاضا ہے، لیکن ہماری عدالت عظمیٰ نے اس سزا پر عملدرآمد روک دیا ہے اور سپریم کورٹ میں گزشتہ چار پانچ ماہ سے اس نکتہ پر بحث جاری ہے کہ مجرم کو لوگوں کے سامنے سزا دینا اس کی عزت نفس کے منافی ہے اور یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے، اس لئے قاتل کو سر عام پھانسی نہیں دینی چاہیے۔

محترم بزرگو اور دوستو! یہ مثالیں میں نے وضاحت کے ساتھ اس لئے آپ کے سامنے رکھی ہیں تا کہ آپ اچھی طرح سمجھ سکیں کہ انسانی حقوق سے مغربی ممالک کی مراد کیا ہے اور یہ طاقتیں

جب ہم سے انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہ کرنے کی ضمانت طلب کرتی ہیں تو اس سے ان کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

اب ایک اور شرط بھی سماعت فرما لیجئے جو امریکی سینٹ کی خارجہ تعلقات کمیٹی نے پاکستان کے لئے امریکی امداد کی بحالی کی شرائط کے ضمن میں اپنی قرارداد میں ذکر کی ہے۔ اس کے مطابق امریکی صدر ہر سال اپنے سرٹیفکیٹ میں یہ بھی لکھیں گے کہ حکومت پاکستان اقلیتی گروہوں مثلاً احمدیوں کی مکمل شہری اور مذہبی آزادیاں نہ دینے کی روش سے باز رہی ہے اور ایسی تمام سرگرمیاں ختم کر دی ہیں جو مذہبی آزادیوں پر قدغن عائد کرتی ہیں۔

آپ حضرات کو کچھ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ مسئلہ کی نوعیت کیا ہے اور معاملات کہاں تک آگے پہنچ چکے ہیں۔ آپ میں سے بیشتر حضرات یہ کہہ دیں گے کہ ہمیں تو ان باتوں کا علم ہی نہیں ہے۔ لیکن کیا آپ کا نہ جاننا بھی ہماری ہی ذمہ داری ہے؟ کیا یہ بھی ہمارا قصور ہے کہ آپ حضرات مغرب میں رہتے ہوئے بھی ان امور سے واقف نہیں ہیں، خدا کے لئے آنکھیں کھولئے اور اپنی ذمہ داری کا احساس کیجئے۔

حضرات محترم! اب میں آتا ہوں صدارتی آرڈی ننس کی طرف۔ یہ میرے ہاتھ میں صدارتی آرڈی ننس کی کاپی ہے، اس آرڈی ننس کا مقصد اور منشا صرف یہ ہے کہ چونکہ قادیانیوں کا مذہب مسلمانوں سے الگ ہے اس لئے قادیانی اسلام کا نام اور مسلمانوں کے مخصوص مذہبی شعائر استعمال نہ کریں۔ اس کے علاوہ اس آرڈی ننس میں کچھ نہیں، اس آرڈی ننس کی رو سے قادیانیوں کو اس امر کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ:

اسلام کے نام پر اپنے مذہب کی تبلیغ نہ کریں اور خود کو مسلمان کے طور پر ظاہر نہ کریں۔

اپنی عبادت گاہ کو مسجد نہ کہیں اور اپنی عبادت کے لئے لوگوں کو بلانے کا طریقہ اذان سے الگ اختیار کریں اور اسے اذان نہ کہیں۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے علاوہ کسی اور خاتون کو ام المؤمنین نہ کہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدین کے علاوہ کسی اور کے لئے صحابی یا خلیفہ کی اصطلاح استعمال نہ کریں۔

آرڈی ننس میں ان امور کو جرم قرار دیتے ہوئے ان میں سے کسی ایک کے ارتکاب پر تین سال تک قید یا جرمانہ کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ میں مغربی لابیوں سے پوچھتا ہوں کہ اس آرڈی ننس میں قادیانیوں کو عبادت گاہ بنانے یا عبادت کرنے سے کہاں روکا گیا ہے؟ انہیں صرف اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنے سے روکا گیا ہے، اذان دینے سے روکا گیا ہے اور اسلام کے دیگر شعائر کے استعمال سے روکا گیا ہے۔ اور جب قادیانیوں کا مذہب مسلمانوں کے مذہب سے الگ ایک جداگانہ مذہب ہے تو یہ پابندیاں اس کا منطقی تقاضا ہیں، اور ان اصولی اور منطقی پابندیوں کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دینا سراسر ناانصافی ہے۔

ہماری یہ آواز ویسٹرن میڈیا تک پہنچنی چاہیے اور مغربی لابیوں کے علم میں آنی چاہیے۔ برطانیہ میں رہنے والے مسلمان بھائیو! ہم تو مجبور ہیں کہ سال میں ایک آدھ بار آتے ہیں اور آواز لگا کر چلے جاتے ہیں، یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ اگر مرزا طاہر احمد یہاں کے ذرائع استعمال کرتا ہے تو مغرب کے ذرائع ابلاغ آپ کی دسترس سے باہر نہیں ہیں۔ اگر مرزا طاہر احمد مغربی لابیوں کو اپروچ کر سکتا ہے تو آپ حضرات بھی کر سکتے ہیں۔ خدا کے لئے آپ بھی اپنے فرائض پہچانیں اور اسلام اور پاکستان کے دفاع کے لئے سائنٹیفک بنیادوں پر کام کا طریقہ اختیار کریں۔

حضرات محترم! اگر بات انسانی حقوق کی ہے تو میں یہ بات ضرور عرض کرنا چاہوں گا کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہم نہیں کر رہے بلکہ قادیانی کر رہے ہیں۔ اور عملی صورتحال یہ ہے کہ خود ہمارے انسانی حقوق قادیانیوں کے ہاتھوں پامال ہو رہے ہیں، اس لئے کہ اسلام کا نام، مسجد، اذان، کلمہ طیبہ اور دیگر اسلامی شعائر دنیا کے ایک ارب سے زائد مسلمانوں کی پہچان اور ان کی شناخت ہیں۔ اپنی شناخت کا تحفظ مسلمانوں کا حق ہے اور شناخت کی حفاظت انسانی حقوق میں شامل ہے، جسے قادیانی مسلسل پامال کر رہے ہیں۔ اور جب قادیانیوں کے خلاف اس جرم میں قانونی کاروائی ہوتی ہے تو مغربی لابسٹ چیخ اٹھتے ہیں کہ قادیانیوں کے انسانی حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ اب دیکھیے، میں ایک شخص ہوں، مجھے زاہد الراشدی کے نام سے پہچانا جاتا ہے، گوجرانوالہ سے ماہنامہ الشریعہ شائع کرتا ہوں اور اس کا ایڈیٹر ہوں۔ اگر کوئی اور شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ زاہد الراشدی ہے اور الشریعہ کا ایڈیٹر ہے تو کیا اس سے میری شناخت مجروح نہیں ہوگی؟ اور کیا میرے انسانی حقوق پر زد نہیں پڑتی؟ اور اگر میں اس شخص کے خلاف دھوکہ دہی کا مقدمہ درج کرا دوں اور قانون اسے پکڑ کر جیل میں ڈال دے تو

کیا مغربی لابیاں اس پر شور مچانا شروع کردیں گی کہ اس کے انسانی حقوق پامال ہوگئے ہیں؟

میں مغرب میں بیٹھ کر اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا کرنے والی لابیوں سے خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ کچھ انصاف کریں اور دنیا بھر کے مسلمانوں کا یہ حق تسلیم کریں کہ وہ اپنی شناخت اور پہچان کی حفاظت کرسکیں، اسلام کا نام، اس کا لیبل اور ”ٹریڈ مارک“ غلط استعمال کرنے والوں کو ایسا کرنے سے باز رکھ سکیں۔ یہ ہمارا حق ہے کہ ہم اپنے مذہبی نام کا تحفظ کریں، اپنی شناخت کا تحفظ کریں، اپنی علامات اور نشانیوں کا تحفظ کریں اور اپنی پہچان کو بچائیں۔ قادیانی گروہ مٹھی بھر ہونے کے باوجود مغربی طاقتوں اور لابیوں کی شہ پر ہماری پہچان کو خراب کررہا ہے اور ہماری شناخت کو مجروح کررہا ہے۔ صدارتی آرڈی ننس میں قادیانیوں کو اسی جرم سے روکا گیا ہے، اس لئے انصاف کی بات یہ ہے کہ امتناع قادیانیت کا صدارتی آرڈی ننس انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا نہیں بلکہ ان کی حفاظت اور ہیومن رائٹس کے تقاضوں کی تکمیل کا آرڈی ننس ہے۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! کہنے کی باتیں ابھی بہت سی ہیں لیکن وقت کا دامن تنگ ہوتا جارہا ہے اور میرے بعد دوسرے فاضل مقررین نے بھی آنا ہے اس لئے آخر میں آپ حضرات سے پھر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مغرب کے ممالک اور لابیاں ایک بات طے کرچکی ہیں کہ کسی مسلمان ملک میں اسلامی نظام کو کسی قیمت پر نافذ نہ ہونے دیا جائے۔ یہ صرف ہمارا مسئلہ نہیں، مصر اور مراکش کا بھی یہی مسئلہ ہے، دنیا کے ہر مسلمان ملک میں مغربی میڈیا کے بوسٹر موجود ہیں جو انسانی حقوق اور بنیاد پرستی کے عنوان سے اسلامی قوانین کی مخالفت کررہے ہیں اور قادیانیت جیسے گمراہ کن گروہوں کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ ان مسائل کا ادراک حاصل کرنا، مغربی لابیوں کے طریق واردات کو سمجھنا اور اس کا توڑ پیدا کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ لیکن اس جسارت پر مجھے معاف فرمائیں کہ اس سلسلہ میں پہلی ذمہ داری آپ لوگوں کی ہے جو مغربی ممالک میں مقیم ہیں اور یہاں کے ذرائع تک رسائی حاصل کرسکتے ہیں، اس کے بعد ہماری ذمہ داری ہے۔ آیئے ہم سب عہد کریں کہ اسلام، مسلمانوں اور پاکستان کے دفاع میں اپنی اپنی ذمہ داری کا احساس کریں گے اور اسے پورا کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دیں، آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

☆☆..............☆☆

سالانہ ختم نبوت کانفرنس، بھلوال

بھلوال (حافظ عبداللہ منصور) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھلوال ضلع کے زیراہتمام گزشتہ دنوں تیسری سالانہ عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی مرکزی راہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی زیرسرپرستی مرکز خاتم النبیین میں ہوئی۔ کانفرنس کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ پیر طریقت حضرت مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد صاحب (خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف) اور حضرت مولانا محبوب الحسن طاہر صاحب کی زیرنگرانی ہوئی اور خصوصی شرکت علاقہ کی معروف شخصیت استاد العلماء حضرت مولانا محمد یعقوب احسن صاحب نے کی۔ کانفرنس کی پہلی نشست کا آغاز قاری احمد سعید کی تلاوت سے ہوا۔ ہدیہ نعت قاری محمد راشد سراجی، قاری اکرام اللہ مدنی نے پیش کیا اور اسٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا محمد ہارون نے سرانجام دیئے۔ دوسری نشست میں ملک کے معروف قاری فخرالقراء قاری حماد انور نفیسی نے اپنے خوبصورت انداز تلاوت سے سامعین کے قلوب کو منور کیا اور ہدیہ نعت حافظ ناصر میلسی، حافظ طاہر بلال چشتی نے پیش کیا۔ کانفرنس سے حضرت مولانا عبدالکریم ندیم، مولانا قاری علیم الدین شاکر، حضرت مولانا نور محمد ہزاروی امیر عالمی مجلس سرگودھا، مولانا مفتی محمد شاہد مسعود امیر جمعیت علمائے اسلام سرگودھا، مولانا عبدالرشید جنرل سیکرٹری عالمی مجلس سرگودھا، مولانا سیف اللہ کبیرپوری ترجمان مسلک اہلحدیث سمیت دیگر قائدین نے خطاب کیا۔ قائدین نے اپنے خطاب میں کہا کہ عقیدہ ختم نبوت ہمارے دین کی اساس ہے، اگر ہم اس کا تحفظ نہ کرسکے تو دین کا کوئی بھی شعبہ محفوظ نہیں رہے گا، اس لئے امت مسلمہ کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے تعاقب کا کام کرے۔ کانفرنس میں مسلمانوں کو قادیانیوں اور ان کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کرنے کی ترغیب دی گئی۔ کانفرنس میں مولانا محمد بلال میانی، مولانا ظفر بلال امیر عالمی مجلس بھیرہ، مولانا مفتی شہاب زاہد جھاوریاں، مولانا عبدالشہید 19 چک شمالی، قاری گلزار تصور آباد نے قافلوں کی صورت میں شرکت کی مقامی علمائے کرام میں مولانا اکبر نعمانی، قاری محمد ریاض، مولانا رمضان خان، مولانا عبدالستار خان، مولانا ضیاء اللہ، مفتی محمد فرقان، مفتی نصراللہ، قاری ذوالقرنین، قاری عصمت اللہ، پروفیسر سلیم محمود، تاجر برادری میں ڈاکٹر محمود الحسن ناصر، آصف میکن، شیخ عمیر منصور، حاجی ایوب، شیخ شاہد، میاں عمران، خواجہ بابر، مولوی اشرف، پروفیسر عثمان سمیت دیگر سیاسی وسماجی شخصیات نے شرکت کی۔ حضرت خواجہ عزیز احمد صاحب نے اختتامی دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ تمام حضرات کی محنت قبول فرمائے۔ (آمین)

REGD.SS.160

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی زندگی کے مختلف گوشوں کا
احاطہ کرتی ایک مختصر سوانح حیات

تذکرہ

شہیدِ اسلام
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نوّر اللہ مرقدہٗ

ترتیب: شاہینِ ختمِ نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

ضخامت: 407 صفحات　　رعایتی قیمت: 150 روپے

ملنے کا پتہ:

دفتر عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت ایم اے جناح روڈ، کراچی

رابطہ نمبر: 0213-2780340 / 0213-2780337